ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جبتک کہ یہ قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے۔
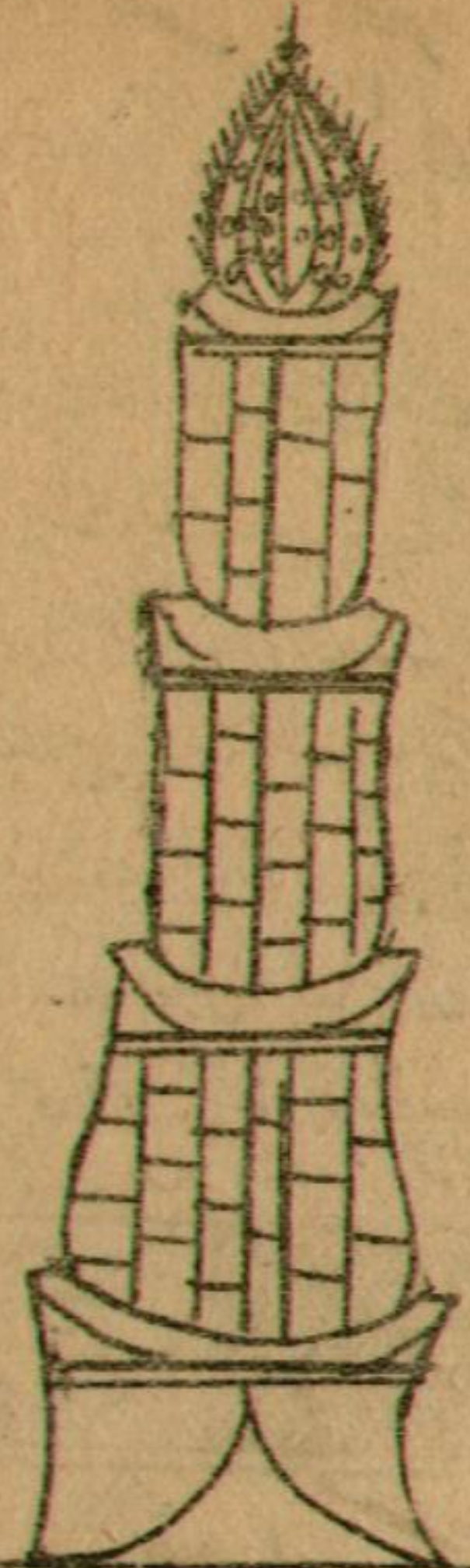
الحکم

جلد ۱۴ ... ۱۹۱۰

ایڈیٹر ... یعقوب علی تراب احمدی

شرح قیمت اخبار جو ہر حال میں پیشگی لیجائیگی

عوام سے .... ؎

خواص سے .... ؎

ہندوستان سے باہر .... ؎

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف .... ؎

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی — قادیان دار الامان — دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک وایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا

کیا آیات کریمہ اخباروں میں نہ لکھی جائیں

از وکیل

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب

مطابع کی کثرت نے عموماً کتابوں کی وہ قدر باقی نہیں رکھی جو نصف صدی پیشتر ہندوستان میں تھی خصوصاً علوم دینی کی عدم ترویج نے مذہبی کتابوں کا تو ستیاناس ہی کر دیا ہے ہم کو اور کتابوں سے اس وقت بحث نہیں ہے صرف ام الکتاب (قرآن مجید) کی نسبت عرض کرنا ہے یہ وہ کتاب پاک ہے جس کو بلا طہارت چھونا شرعاً ممنوع ہے۔ اس کی آیتیں کثرت سے اخبارات میں لکھی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اخبارات کے ناموں کی رعایت اور مناسبت سے کوئی نہ کوئی آیت اخبار کی پیشانی پر لکھ دیجاتی ہے جس کی مثال میں اخبارات وکیل اور النجم وغیرہ پیش ہو سکتے ہیں۔ اردو اخبارات کی جو قدر ہندوستان میں ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اخبار دیکھنے والوں میں فیصدی پانچ ایسے مشکل سے نکلینگے جو اخبارات کو مجلد و مرتب رکھتے ہوں ورنہ اخبار بعد دیکھ کر ردی میں ڈال دیا کرتے ہیں اور آخر کو عطاروں کے صرف میں آتے ہیں جب یہ حالت ہو تو کیا یہ غیر ممکن ہے کہ بجائے قرآنی آیت لکھنے کے صرف ترجمہ لکھنے پر کفایت کی جائے اور سورۃ کا حوالہ لکھدیا جائے۔ ہمارے خیال میں وہی غرض اس طرح پوری ہو سکتی ہے۔ لہذا ہم ادب سے عرض کرتے ہیں کہ پیشتر آپ سبقت کا ثواب حاصل کریں اور اخبار وکیل کو نمونہ بنا کر دوسرے اسلامی اخبارات کو زوردار الفاظ میں ہدایت کریں امید ہے کہ خدا تعالے توفیق عطا فرمائیگا (راقم محمد اسحاق خاں از بارہ نبکی اودھ)

قرآن کریم کی تعظیم فرض ہے اور ہمارے پرجوش مضمون نگار کی شکایت بھی صحیح ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ عمیق نظر سے اس مسئلہ کی تنقیح کی جائے۔ قسطنطنیہ کے مطبعۃ الجوائب میں علامہ مقریزی کے تین رسالے ایک ساتھ شایع ہوئے تھے۔ ان میں ایک رسالہ کا نام "النقود الاسلامیہ" ہے علامہ موصوف اس میں لکھتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں عبد الملک نے جب اسلامی سکے جاری کئے تو آیت اشھد اللہ لا الٰہ الّا ھو کان پر ضرب ہوا کرتا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں یہ بحث چھڑی کہ جیب میں لوگ روپے پیسے لئے ہوئے قضائے حاجت کو جاتے ہیں کپڑے میں فرش کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور اس پر بیٹھا کرتے ہیں لڑکے میے اوچھالتے ہیں اور سود لیتے وقت دوکاندار کے آگے دور ہی سے پھینکدیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان صورتوں میں آیت قرآنی کی بڑی بیحرمتی ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے نقش کی ممانعت کر دی جائے۔ یہ درخواست بظاہر نہایت سنجیدہ تھی۔ مگر محدثین و فقہائے عصر کی رائے کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو نا منظور کر دیا اور جواب یہ دیا کہ اس معیار کو اگر وسیع کیا جائے تو اس جزوی ممانعت سے یہ بھی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ تاریکی کے ڈر سے روشنی دبا دیجائے کفار کا جہاں غلبہ ہو وہاں اپنے ایمان کو ظاہر نہ کریں۔ عوام کی بے احتیاطی کے خوف سے قرآن مجید کی اشاعت موقوف کر دی جائے ومثل ذالک یہ تاریخی واقعہ موجودہ سوال کی بہترین نظیر ہے اور اگر اس اجتہاد کو درست مانا جائے تو اخبارات میں آیات کریمہ کے لکھنے نہ لکھنے کا خود فیصلہ ہو جاتا ہے بہر حال معقول استدلال کی بنا پر اگر یہ اجتہاد غلط ثابت ہو تو امر حق کی پابندی کے لئے سب سے پہلے ہم خود حاضر ہیں:۔ ایڈیٹر

ریلوے کی ملازمت اور مسلمان

امیدواران ملازمت ایسٹ انڈیا ریلوے کو واضح ہو کہ فی الحال صرف ٹریفک ڈیپارٹمنٹ میں حکام ریلوے نے مسلمانوں کے لئے جانیکا وعدہ فرمایا ہے اگرچہ کسی یونیورسٹی کے امتحان کے پاس شدہ ہونیکی قید نہیں لگائی مگر وہ اپنے داخلہ کا امتحان مفصلہ ذیل مضامین میں لیتے ہیں:۔

(۱) ڈکٹیشن (اخبار یا پیپر)

(۲) جواب مضمون بزبان انگریزی:۔

(۳) حساب:۔

امیدوار کی عمر تخمیناً ۲۱ سال کی ہونی چاہیئے اور اس کو ضعف بصارت یا کوئی ایسا مرض جس سے ملازمت کے ناقابل ہو نہ ہونا چاہیئے۔ متذکرہ بالا امتحان داخلہ و معائنہ طبی کے بعد امیدوار تخمیناً ۶ ماہ کے لئے ٹریننگ سکول میں رکھے جاتے ہیں اس زمانہ میں ان کو دس روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے بعد ۶ ماہ کے امیدوار ۲۰ روپے ماہوار کا ملازم ہو جاتا ہے اور یہ تنخواہ چند سال میں معقول حد تک پہونچ جاتی ہے۔ بحیثیت مجموعی ریلوے کی ملازمت بہت سی دیگر ملازمتوں سے اچھی ہے امیدواروں میں سے جو حضرات درخواستیں بھیج چکے ہیں یا آئندہ میرے پاس بھیجیں۔ التماس ہے کہ اس امر کی اطلاع بھی دیں کہ کیا وہ امتحان داخلہ و معائنہ طبی کے لئے تیار ہیں؟

نیاز مند سیکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم لیگ دہلی:۔

ترجمۃ القرآن کا تیسواں پارہ

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ میں قرآن مجید کا ۳۰واں پارہ بھی شایع کرنے کے قابل ہو گیا اس سلسلہ ترجمۃ القرآن میں آخری سات پارے شایع ہو گئے ہیں اور اب بیسواں پارہ مطبع میں جا رہا ہے قرآن مجید کی ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے خواہشمندوں کے لئے اچھا موقعہ ہے کہ وہ اپنے مالوں کو اس راہ میں خرچ کریں اور اس اشاعت کے کام میں مدد دیں۔

ساتوں پارے سات روپیہ علاوہ محصول ڈاک کے ہدیہ ہوتے ہیں جو لوگ مفت تقسیم کرنے کے لئے مکمل دس دس جلدیں لیں انہیں پانچ روپیہ پر دیئے جاوینگے جو لوگ ایک ایک پارہ نہیں لینا چاہتے تھے۔ اور پانچ پانچ چھ چھ پارے لینا چاہتے تھے اُن کے لئے اب موقعہ ہے کہ وہ سات پارے اکٹھے لے لیں +

کل درخواستیں دفتر الحکم قادیان میں آنی چاہیئں۔

ایڈیٹر

مہاراجہ اجی گڈھ بحیثیت مصنف

الحکم کی کسی گزشتہ اشاعت میں الٰہ آباد یونیورسٹی کو اخلاقی کورس کے لئے ایڈیٹر الحکم نے ہز ہائینس مہاراجہ اجی گڈھ صاحب بالقابہ کی ایک خاص تصنیف کی طرف توجہ دلائی تھی جس کو ایڈیٹر الحکم نے اپنے دوران قیام اجی گڈھ میں ہز ہائنس کی خاص مہربانی سے ملاحظہ کیا تھا۔ اسی کتاب کے متعلق ہز ہائنس اور ویسرائے ہند کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ الٰہ آباد کے مشہور و معروف روزانہ اخبار پایونیر میں شایع ہو چکی ہے اس خط و کتابت کو ذیل میں درج کرتا ہوں جو بغرض اندراج جناب ٹھاکر سبا گوپاسنگھ صاحب دیوان ریاست مذکور نے ارسال فرمائی ہے اس سے پہلے متعدد مرتبہ میں نے اس امر کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ ہز ہائنس سر سوائی رنجور سنگھ صاحب بالقابہ والئی ریاست اجی گڈھ ایک اعلیٰ درجہ کا علمی اور عملی مذاق رکھنے والے بزرگ ہیں اور وہ نرے مصنف ہی نہیں۔ بلکہ موجد بھی ہیں۔ اس خط و کتابت کے آخر میں مہاراجہ موصوف کی تصانیف کی ایک فہرست دی گئی ہے جن میں سے اکثر ابھی مسودات کی شکل میں ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ ایڈیٹر الحکم کو یہ فخر حاصل ہوگا کہ وہ ان تمام تصانیف کو مستقل طور پر اپنے اہتمام سے شایع کرے۔

بہرحال دوسرے والیان ریاست کے لئے مہاراجہ اجی گڈھ کی نظیر قابل تقلید ہے کہ وہ انتظام ریاست کے ساتھ اپنے علمی مذاق اور عملی تجربوں کو دوسروں کے فائدہ کے لئے قلمبند کرنے میں بہت وقت دیتے ہیں اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ جوان ہمت مہاراجہ صاحب مسن ہیں تو اور بھی خوشی ہوتی ہے میں کسی لمبی تمہید کے بدوں اس مضمون کو درج کرتا ہوں اور یہ سفارش کرنی چاہتا ہوں کہ اس قسم کی کتابوں کا جو اخلاقی نصاب قرار دیئے جانے کے علاوہ ملک میں گورنمنٹ برطانیہ کی سچی خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرنے والی ہوں۔ عام طور پر رواج ہونا چاہیئے

(ایڈیٹر)

کئی سال سے ہندوستان میں بعض اشخاص بوجہ کم فہمی سرکار انگلشیہ کے خلاف جا بجا شور مچا رہے ہیں اور راہ انسانیت کے خلاف کر رہے ہیں۔ اس تراجکی میشن کو دیکھ کر اور ایسے منحوس خیالات کی وبا کو عام طور پر پھیلتے دیکھ کر عالیجناب مہاراجہ صاحب بہادر اجی گڈھ کو افسوس ہوتا رہا۔ اور آپ نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ ایسے موقع پر ایسی کتاب تصنیف کر کے شایع ہو لوگوں کو برکات دولت انگلشیہ سے آگاہ کرے اور ان کو فرائض رعایا سے واقف کرے جب تک یہ علم نہ ہو لوگ گورنمنٹ کی حقیقی قدر نہیں کر سکتے۔ ہز ہائنس اس خیال ہی میں تھے کہ ۱۹۰۹ء میں ہز اکسیلنسی وائسرائے ہند پر بمقام احمد آباد بم چلنے کی ناگوار خبر پہنچی۔ جسے سنکر ہز ہائنس کو سخت ملال ہوا اور ایسے کور نمک لوگوں کے متعلق سخت نفرت اور رنج کا اظہار آپ نے فرمایا اور عام طور پر **برکات دولت برطانیہ** کا اظہار کیا اور اپنے ارکان حکومت و رعایا کے دل میں گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری اور سچی اطاعت و ہمدردی کے جذبہ کو پورے طور پر پیدا کرنے کی ہدایات دیں اور اس ناگوار واقعہ پر مندرجہ ذیل خط جناب وائسرائے کے حضور لکھا

یور ایکسلنسی!

میں نے اخبار پایونیر مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء حال میں یہ خبر پڑھی ہے کہ جبکہ ویر اکسیلنسیز لارڈ اور لیڈی منٹو احمد آباد ریلوے سٹیشن سے سواری گاڑی کرائی سہارے کے مزار کو تشریف لئے جاتے تھے اس وقت مجمع میں سے جو سڑک کے کنارے جمع تھا کسی نے بم کا گولا انکی گاڑی کے جانب پھینکا اور اقدام حملہ مجرمانہ کے ارتکاب کیا۔ جس سے سخت درجہ حیرت دامنگیر ہوئی۔ میں اس خطرہ سے محفوظ رہنے پر تہ دل سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور اس واردات کے ملعون مرتکب پر نفرین کرتا ہوں۔ اور عرض کرتا ہوں کہ اول سب لوگوں کے دلوں کو جو برٹش گورنمنٹ کے خیرخواہ ہیں اور جنہوں نے سالہا سال گزشتہ میں اپنی ذات خاص کی خیرخواہی کے فخر کو حاصل کیا ہے اس واردات کے حالات کا سننا نہایت ہی افسوسناک ہے اور یہ امر نہایت ہی دردناک ہے۔ اس گناہ کا مرتکب ایک باشندہ اس ملک کا ہے۔ جسکے افعال پر دنیا کو اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ یہ ایسی کمینہ اور رذیل طبیعت کا شخص ہے جو بجائے خیرخواہی بجا لانے شاہ معظم کی خدمات کرنا اس کو از روئے اصول مذہبی فرض اہم ہے اپنی ابجنس شخصوں پر بھی رحم نہیں کرتا۔ یہ ملک عموماً ایماندار لوگوں سے زیادہ شمار کیا جاتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے۔ اس ملک میں ایسی حرکات کا سرزد ہونا صرف کمینہ و بدبخت اشخاص کی جانب سے ہے جنہوں نے اپنے موروثی آبائی پیشوں کو چھوڑ دیا ہے اور علم حاصل کرنے میں پیروی کی ہے اور اپنی لیاقت کے گھمنڈ میں پھول گئے ہیں لیکن بدنصیبی سے روشن اخلاقی تعلیم سے محروم رہے ہیں جسکا رواج شرفا کے خاندانوں میں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں اصول خوف خداوند خالق مالک کے خیالات جاگزین نہیں ہوئے ہیں۔

زمانہ گذشتہ کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ پہلی حکومتوں کے عہد میں کیسے کیسے ظلم و ستم باشندگان ہند نے برداشت کئے ہیں اس لئے اس زمانہ حال کے سخی مزاج بادشاہ کی رعایا کے درمیان ایسے شخص کا موجود ہونا خیرخواہ و بہوا خواہ لوگوں کے دلوں کو ایسا افسوسناک ہے۔ جسکی شرح کرنا بیرون از حد امکان ہے ہزار ہزار شکر پروردگار کا ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد جن کے ایسے فاسد خیالات ہیں بہت محدود ہیں۔ امید ہے کہ گورنمنٹ اس بد دلی کے رفع کرنے و بدخواہی کے نیست و نابود کرنے کی تدبیر مناسب عمل میں لاوے گی تاکہ آئندہ ملک میں امن رہے یہ ظاہر ہے کہ جو شخص ایسے سخی مزاج مالک سے انحراف کرتا ہے وہ بہت جلد ایسے افعال کے نتیجہ میں قہر خدا سے تباہ ہو جاتا ہے جو میں نے غدر ۱۸۵۷ء میں بچشم خود دیکھا ہے۔ اس کو اس مقام پر تمثیلاً بیان کرتا ہوں جبکہ باغیوں کی فوج جس رجمنٹ ہائے چھاونی دانا پور زیر کمان مہتاب علی اور نواب کے ساتھ بدیہے صوبہ داران

شامل ہوئیں انہوں نے نواب و صوبہ داروں سے یہ بات مشہور کی کہ سنا ہیں اب انگریز باقی نہیں رہے۔ یہ انگریز جو رہے ہیں سفید رنگ کی رنگی ہوئی روئی ہیں ان لوگوں سے دہمکی کی چھٹیاں خیرخواہ لوگوں کے پاس اس مضمون کی بھیجیں۔ کہ ہم تم کو اور تمھاری ریاست کو برباد و تباہ کر دیں گے اگر تم انگریزوں کو امداد دو گے لیکن خیرخواہ لوگ جو خدا سے ڈرتے ہیں اور جو سرکار انگریزی کے جانب خیرخواہانہ خیالات رکھتے ہیں انگریزوں کی رفاقت میں ثابت قدم رہے انہوں نے باغیوں کو خشک جواب اس مضمون کا بھیجا۔ کہ ہم لوگ جب تک قالب میں جان ہے انگریزوں کی خیرخواہی کرینگے۔ اور ہم لوگ سب صدمہ سہیں گے کہ تم اپنے افعال بد کا برا نتیجہ پاتے ہو۔

اس جواب سے باغی لوگ شکستہ دل ہو گئے اور بہت عرصہ نہیں گذرا کہ انگریزی فوج اور دیگر اشخاص نے جو سرکار انگریزی کے خیرخواہ تھے جن میں میں بھی تھا۔ باغیوں کو مضافات چھاونی ناگود بانداکا پے جہانسی اور گوالیار میں شکست فاش دیکر تہ تیغ کیا اور انجام یہ ہوا کہ باغی لوگ انواع اقسام کے امراض کے شکار ہوئے سب اشخاص جن کی تعداد پانچ سے پچیس تک تھی میں نے خود دیکھا کہ وہ لوگ جنگل کی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے قادر مطلق نے ان کے پیروں میں جگادر کی بیڑیاں ڈالدین تھیں وے لوگ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ آخر کار سختیوں سے ہلاک ہوئے۔ خوش نصیبی سے خیرخواہ لوگ معہ اپنے عیال و اطفال کے اب تک امن و آسائش کی زندگی بسر کر رہے۔ اور گورنمنٹ کے مرہون منت ہیں مجکو یقین کامل ہے کہ یہ لوگ بھی جو اب فساد کے کام کرتے ہیں زیادہ نہیں بہت جلد باغیوں کیطرح تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ جہانتک میں غور کرتا ہوں میری رائے ہے کہ زمانہ حال کے خیالات فاسدانہ کا باعث رذیل لوگوں کا کمینہ پن اور مناسب تعلیم مذہبی کا نہ ہونا ہے میں یہ نہیں کہ سکتا کہ یہ سفلہ پن انگریزی زبان سیکھنے کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں مجکو یقین ہے کہ رذیل خاندانوں کی جبلی خصلت سے یہ فسادات وقوع میں آتے ہیں جن خاندانوں کے لوگ اس دائرہ میں جس میں خوف خدا و وفاداری و خیرخواہی بادشاہ وقت و فرمانبرداری والدین و اوستاد کی ہوا بھری ہو۔ ان خیالات کی ہوا شرفاء کے خاندانوں میں بھری ہوئی ہے اس میں تربیت پانیکا موقعہ ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوا۔ اگر یہ لوگ ان حلقوں میں تربیت پاتے تو اسی سرکار انگریزی کے کہ جسنے اُن کو اور سب لوگوں کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے ناشکرگذار نہ ہوتے وہی لوگ ایسے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں جنکو شرفا کے خاندانوں سے جن کے اعلیٰ خیالات ہیں ربط ضبط رکھنے کا فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ اگرچہ یہ عام مسئلہ قایم شدہ نہیں کہ اخلاق و تہذیب کسی خاص فرقہ پر محدود ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ جیسے کچھ تہذیب معزز خاندانوں میں ہے اس کے مقابلہ میں چھوٹے خاندانوں کے لوگوں کی تہذیب ادنیٰ درجہ کی رہتی ہے تاوقتیکہ چھوٹے خاندانوں کے آدمی ان اصولوں میں تعلیم نہ پاویں۔ ان دنوں میں یہ دیکھ کر کہ دیگر عالم و فاضل لوگوں کی توجہ اس خرابی کے دور کرنے کیطرف رجوع ہے میں ایک کتاب تربیت اطفال کیواسطے تصنیف کر رہا ہوں مجکو امید ہے کہ جب وہ اختتام کو پہنچے گی ایک جلد اُس کی بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجونگا۔ اس کتاب میں بہت سی ہدایات مبتدیوں کے لئے ہیں اور اس میں ہندوستان کے تاریخی حالات لکھے گئے ہیں اور زمانہ سلف کا زمانہ حال سے مقابلہ کیا گیا ہے اور مختلف بادشاہوں کے عروج اور زوال کے وجوہات دکھلائے گئے ہیں اور وہ ہدایتیں لکھی گئی ہیں جس سے وہ برے رواج جو حال کے زمانہ میں پھیل رہے ہیں دور ہو جاویں میں نے ایک کتاب فن کاشتکاری کی بھی تصنیف کی ہے اور لوگوں کی توجہ اس پیشہ کیطرف مبذول کی ہے کہ لوگ اپنے آبائی پیشہ کیطرف توجہ کریں کیونکہ انسان کے لئے غلہ پیدا کرنا نہایت ہی ضروری ہے اور اس پر انسان کی زندگی کا مدار ہے خاتمہ پر میں پھر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا دیتا ہوں کہ پروردگار آپ کو ہمیشہ تندرست و صحیح سلامت رکھے اور ہمیشہ خطرناک حادثوں سے محفوظ رکھے آمین)

یہ چھٹی ۱۱ نومبر ۱۹۰۹ء کو بتوسط پولیٹیکل ایجنٹ صاحب بہادر بھیجی گئی۔ اس کے جواب میں پیشگاہ جناب گورنر جنرل بہادر سے اس مضمون کی چھٹی حضور مہاراجہ صاحب بہادر کے پاس آئی۔ بعد اظہار شکریہ بجانب حضور ممدوح و لیڈی صاحبہ یہ تحریر تھا۔ کہ کتاب تعلیم اطفال جو آپ لکھ رہے ہیں اس کو میں بڑی خوشی سے قبول کروں گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہایت درجہ مفید اور کارآمد ہوگی جبکہ جناب وائسرائے و گورنر جنرل ہند کی ہندوستان سے تشریف لیجانے کی خبر افواہاً مشہور ہوئی تب حالانکہ یہ کتاب جو حضور معلی کچھ عرصہ سے تصنیف کر رہے تھے خاتمہ کو نہ پہونچی تھی۔ صرف پہلا حصہ اس کا پورا ہوا تھا سوائی مہاراجہ صاحب بہادر نے پہلا حصہ ہی حضور جناب وائسرائے صاحب بہادر کے حضور ملاحظہ کے لئے معرفت صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر نیاگاؤں بھیجا اور صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر کو سوائی مہاراجہ صاحب بہادر نے یہ تحریر فرمایا کہ آپ بھی اس کتاب کو پڑھ لیویں۔ صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بہادر نے پہلے حصہ کو ملاحظہ کر کے اس مضمون کی چھٹی مہاراجہ صاحب بہادر کے حضور ارسال کی۔ کہ میرے پاس آپ کی چھٹی مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۱۰ء معہ چھٹی موصولہ جناب وائسرائے صاحب بہادر معہ کتاب تربیت اطفال پہونچی حسب تحریر آپ کے میں نے کتاب کو دیکھا۔ میری رائے ہے کہ اس ملک کے لوگوں کے لئے یہ کتاب بڑی ہی مفید ہوگی اور اگر لوگ اس کو توجہ سے اس کو پڑھیں گے اور اس کی نصیحتوں پر عمل کریں گے تو ضرور ہے کہ نتیجہ قابل تعریف ہو اور مجکو یقین

کامل ہے کہ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر و ہزایکسلینسی نواب گورنر جنرل بہادر اس کو پڑھ کر بہت خوش و محظوظ ہوں گے +

اور میں نے کتاب مع چٹھی آپ کی صاحب ایجنٹ گورنر جنرل کے پاس بغرض روانگی بخدمت وائسرائے صاحب روانہ کر دی ہے۔ حضور وائسرائے صاحب بہادر نے بعد ملاحظہ کتاب بجواب چٹھی مہاراجہ صاحب بہادر چٹھی رسید کتاب بدیں مضمون روانہ فرمائی کہ نہایت خوشی کے ساتھ میں نے حصہ اول اس کتاب کا ملاحظہ کیا جو آپ شایع کرانا چاہتے ہیں جس کی ایک نقل آپ نے میرے پاس براہ مہربانی بھیجی ہے جو محنت اور جانفشانی و توجہ آپ نے تصنیف کتاب میں کی ہے اس کے لئے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور جو حالات خیر خواہانہ و نیک اس سے مترشح ہوتے ہیں اس کا مبارکباد دیتا ہوں۔ بلاشک فرائض ہدایات کو کامیابی کے ساتھ مبتدیان کو تعلیم دینے کے لئے یہ کتاب نہایت فائدہ مند ہوگی فی الحال میں کتاب کو مارل ڈیپارٹمنٹ میں غور کرنے لئے بھیج رہا ہوں۔

اس کتاب کے باقی دو حصے بھی بہت سرگرمی کے ساتھ طیار ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد چھپ جانے پر پبلک کو اس کے مطالعہ کرنے اور عوام کو اس سے فائدہ اوٹھانے کا موقعہ دستیاب ہوگا۔ قبل اس کے ایک کتاب موسومہ خیر کل سینادے تصنیف کردہ حضور مہاراجہ صاحب بہادر بہ پیشگاہ جناب وائسرائے کشور ہند بطور تحفہ بھیجی گئی تھی اس کو جناب وائسرائے بہادر نے وصول فرما کر بذریعہ چٹھی مہاراجہ صاحب بہادر کا شکریہ ادا فرمایا۔ اور تحریر فرمایا کہ اس کتاب کا تذکرہ میں یور ہائینس کی خدمات خیر خواہانہ ایام غدر نہایت دلچسپ درج ہیں۔ اور خیر خواہانہ خیالات بجانب گورنمنٹ انگلشیہ و بحق شہنشاہ معظم ظاہر کئے ہیں۔ ان کے دیکھنے سے کمال خوشی ہوئی اس تحفہ کا اور آپ کے خیر خواہانہ خیالات کا شکریہ ادا کرتا ہوں

حضور مہاراجہ صاحب بہادر کے پاس غدر کی خیر خواہی کی چٹھیاں موجود ہیں۔ جن میں سے مٹکاف صاحب برگیڈیر جنرل بریگیڈ دوم کی چٹھی کا خلاصہ یہ ہے کہ مہاراجہ اجی گڈھ نے جو مدد دی ہے وہ قابل یادگار ہے اور یوروپین صاحبان کو چاہیئے کہ ان پر اور ان کی ریاست پر مہربانی کی نظر رکھیں علاوہ اس کے سہا۔ چٹھیاں اور بھی اعلیٰ حکام برٹش گورنمنٹ کی مہربانی و قدردانی کی موجود ہیں اور دیگر صاحبان کی ہزاروں چٹھیاں موجود ہیں۔ علاوہ کتب مندرجہ بالا کے ہز ہائینس نے مختلف علوم و فنون پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اور آپ کی تربیت اور تعلیم کا اثر ہے کہ آپ کے راج کماروں نے بھی صیغہ تالیف و تصنیف میں کمال پیدا کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک صاحب تصنیف ہے۔ بلکہ ہز ہائینس مہارانی صاحبہ نے بھی مستورات کے لئے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اور اس طرح راجے گڈھ کا شاہی خاندان علمی مذاق رکھنے والا خاندان ہے۔ ان تصانیف کی فہرست ہم کبھی دوسرے وقت شایع کریں گے۔ اب صرف اس امر کا ذکر کرکے اس مضمون کو ختم کر دیا جاتا ہے کہ ہز ہائینس نے پلیگ کے علاج کے لئے ایک مفید دوائی طیار کی ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں بھیجی گئی ہے یعنی مفت بطور خیرات دیگئی ہے مفید اور موثر ثابت ہوئی ہے۔ اس کے مفید ہونیکے ہزاروں سرٹیفکیٹ انگریزی اردو اور ہندی میں موجود ہیں۔ جن کو جداگانہ رسالجات کیصورت میں چھاپ دیا گیا ہے۔

ایڈیٹر الحکم بالآخر یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ مہاراجہ اجے گڈھ کی یہ علمی اور ملکی خدمات قابل قدر ہیں۔ اور اُن کے ذاتی اعزاز میں گورنمنٹ انگلشیہ کیطرف سے خاص طور پر عزت افزائی ہونی چاہیئے۔ تاکہ دوسرے والیان ریاست کو بھی علمی مذاق پیدا ہو۔ اور وہ اپنی رعایا اور دوسرے اہل ملک کے لئے مفید کام جاری کر سکیں +

ہمارا نیا وائسرائے

ہمارے نئے وائسرائے لارڈ ہارڈنگ مع لیڈی ہارڈنگ مس ہارڈنگ اور اپنے سٹاف کے ۱۸ نومبر کی صبح کو بمبئی تشریف فرما ہوئے۔ ایڈیٹر الحکم اپنے ناظرین اور قوم کیطرف سے صدق دل سے صاحب ممدوح کو بذریعہ الحکم

ویلکم کہتا ہے

ٹھیک اسی تاریخ اڈیٹر الحکم کی خوش آمدید کی مندرجہ ذیل تاربرقی صاحب ممدوح کی خدمت میں پہنچی۔ ایڈیٹر الحکم صدق دل سے آپ کو آمد ہندوستان پر خیر مقدم کہتا ہے۔ اور دعا کرتا ہے کہ آپ کا عہد حکومت اہل ہند اور تاج برطانیہ کے لئے مبارک ثابت ہو“

جدید وائسرائے نے ازراہ عطوفت بذریعہ تاربرقی اسی روز جواب دیا کہ میں آپ کے خیر مقدم اور نیک آرزوں کے تار کے لئے شکر گذاری کا اظہار کرتا ہوں۔

یہ اس حکمران قوم کی خوبیوں اور نیک عادات میں داخل [illegible] وہ اپنے اعلیٰ اخلاق سے رعایا کو گرویدہ کرتے ہیں۔ [illegible] احمدی قوم کیطرف سے پھر صاحب ممدوح کو خیر مقدم کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ان کا عہد حکومت اہل ہند اور تاج برطانیہ کے لئے مبارک ثابت ہو۔ اور وہ ہر طرح امن کا برکت کا عہد ہو۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ پولیٹیکل تحریکوں سے الگ ہے اور وہ ملک میں صلحکاری اور امن کی تعلیم کی اشاعت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اہل ملک میں صلاحیت اور تقویٰ شعاری پیدا ہو۔ اور سلسلہ کی غرض و غایت یہی ہے کہ دنیا حقیقی خدا کو شناخت کرے اور نیازمندی کیساتھ اس کے آستانہ الوہیت پہ گرے۔ نوع انسان پر شفقت کریں اور اپنے بادشاہ اور حکام کے سچے فرمانبردار اور مطیع فرمان ہوں۔ گورنمنٹ انگلشیہ مسلمانوں کے لئے خصوصاً موجب رحمت ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی نے اس نیک نہاد گورنمنٹ کے زیر سایہ رہنے پر فخر کیا ہے۔ اور ہمیشہ اس نے امد

...ں کے خاندان نے عملی طور پر ثابت کیا ہے۔ کہ وہ تاج برطانیہ کے سچے خیرخواہ اور دوست ہیں۔ اسی تعلیم کا پابندان کا سلسلہ ہے۔ اس لئے میں ہز اکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خدا کے فضل و کرم سے اپنا سچا وفادار اور فرمانبردار گروہ پائیں گے۔

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد مذہب پر قایم ہے

ہم اگرچہ جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم مغفور کے پیرو نہیں ہیں۔ اور ان مرحوم کے کئی خیالات سے ہم کو ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ مگر جس اصول پر انہوں نے اپنے مشن کی بنیاد قائم کی تھی۔ اس سے کسی باخبر اور ذی ہوش مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ ان کی تمام جدوجہد اور کشش و کوشش کا انتہائی مقصد یہ تھا۔ کہ مسلمانوں میں خالص اسلامی سپرٹ از سر نو پیدا کر دیا جائے۔ تاکہ ان کی قومیت محفوظ رہے اور وہ دین اور دنیا میں سرخرو اور کامیاب ہوں۔ اور جن لوگوں نے دنیا کی مختلف قوموں کی جدوجہد کی تاریخ کو مطالعہ کیا ہے وہ نہایت آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ خا[illegible] میں سے صرف مسلمانوں کی قوم ایسی ہے جس نے [illegible] ہی رسی کو مضبوط پکڑ کر دنیا کے وسیع براعظموں کے طول و عرض میں فتح و ظفر کے پرچم اڑائے اور علمی تجارتی دنیا میں کوس لمن الملک بجایا۔ اور جب مذہب کے سہارا کو چھوڑ دیا تو وہ منہ کے بل اوندھے گر پڑے اور اب اگر کوئی صورت پھر ان کے ابھرنے اور شاہراہ ترقی و تہذیب پر آنے کی ہے تو صرف یہی ہے کہ وہ سلف صالحین کی مانند خالص اسلامی سپرٹ اپنے میں پیدا کریں جب فخر قوم عالیجناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا ولایت میں تعلیم لاء اور فلاسفی کی تکمیل کر رہے تھے انہوں نے ایکدفعہ اسلام کے متعلق ایک لیکچر دیا۔ ولایت میں دستور ہے جب لیکچرار اپنا لیکچر ختم کر لیتا ہے۔ تو سامعین میں سے جو شخص چاہے کھڑا ہو کر لیکچرار سے لیکچر کے بعض حصوں کی تشریح کرا سکتا ہے ویسے بھی اگر کسی کو لیکچرار کے بیان میں شک ہو۔ تو اعتراض کرنیکا حق رکھتا ہے۔ جب ڈاکٹر صاحب لیکچر ختم کر چکے۔ تو منجملہ اور بہت سے اعتراضات کے ان پر ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ مسلمان سخت مذہبی تعصب رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ آپ نے بیشک اور بجا فرمایا۔ مسلمان واقعی مذہبی تعصب رکھتے ہیں۔ اور اسی لئے اب تک زندہ ہیں۔ اور اگر وہ دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں تو مذہبی تعصب ان کے لئے ضروری و لازمی ہے کیونکہ ان کی قومیت کا سنگ بنیاد مذہب ہے۔ اور جس چیز پر جسکی ہستی کا انحصار ہو اگر اس چیز کی حرمت اور حفاظت کیجائے تو گناہ نہیں۔ بلکہ عین ثواب اور صواب ہے۔ اور دنیا میں جو قوم متمدن و مہذب ہے وہ اپنی قومیت کے اصل کو برقرار رکھنے کیلئے اس کے متعلق ضرور متعصب ہے۔ آپ انگریز اصحاب کی قومیت کی دار و مدار آپ کے وطن پر ہے آپ میں سے خواہ کتنا ہی حلیم الطبع اور عالم و فاضل کیوں نہ ہو اس شخص کو کچا چبانے پر تیار ہو جاتا ہے جو آپ کے مادر وطن کی ہتک یا توہین کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی [illegible]ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مسلمانوں کی قومیت [illegible]یاد روحانی ہے۔ دیگر اقوام کی قومیت کی بنیاد مادی ہے۔ مسلمانوں کے لئے مذہب کی ایسی ہی ضرورت ہے۔ جیسی کہ یوروپین اقوام کے لئے حب وطن آزادی اور زبان کی ہے۔

کچھ عرصہ ہوا ہے کہ عالیجناب فقیر سید افتخار الدین صاحب کے دولت خانہ پر جناب ڈاکٹر صاحب موصوف اور ایڈیٹر ملت کو ایک ہی وقت پر فقیر صاحب کی ملاقات کے لئے جانیکا اتفاق ہوا۔ عالیجناب فقیر صاحب نے جو کہ قومی حالات و معاملات سے ازبس باخبر ہیں۔ سید مرحوم و مغفور کے نہایت ہی قابل قدر مہتم بالشان اور نتیجہ خیز قومی و ملکی خدمات کا ذکر فرمایا۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے اس مرحوم بزرگ کے متعلق گفتگو میں جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور کے خدمات کو بھی سراہا اور اپنی تائید میں زبردست ثبوت پیش کیا جنکا ہم اوپر حوالہ دے آئے ہیں اس وقت سے ہم برابر اس میں غور کرتے رہے ہیں۔ اور تاریخ عالم کو ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تائید پر بالکل آمادہ پایا ہے۔ ہمکو افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اصل الفاظ ہم کو یاد نہیں ہے ورنہ اصلی الفاظ سے معزز ناظرین کو زیادہ فائدہ اور لطف حاصل ہوتا۔ تاہم ہم نے اپنے الفاظ میں ان کے خیالات کا اظہار اس غرض سے کیا کہ لیڈران قوم جناب ڈاکٹر صاحب کے اس خیال پر غور کریں اور قوم میں مذہبی سپرٹ پیدا کرنے کا کوئی بہترین ذریعہ پیدا کریں۔ اور ہر مسلمان بجائے خود اپنے میں مذہبی غیرت و محبت کو پیدا کرنے کی تدبیر کرے۔

(ملت)

ریویو

ملت مسلمانوں کا نہایت قیمتی اور قابل قدر پرچہ ہے۔ جو اسی سال سے لاہور سے مولوی شجاع اللہ صاحب نے شایع کرنا شروع کیا ہے یہ سچی بات ہے کہ ملت کو نہایت قابلیت اور محنت سے ایڈٹ کیا جاتا ہے۔ ملت کی تحریریں قوم میں جائز نکتہ چینی اور آزادی رائے کا مادہ پیدا کرنے والی ہیں۔ اور ملت کا موضوع اسلام اور مسلمان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ملت کا ایڈیٹر ہمارے ساتھ مذہبی اختلاف رکھتا ہے اور ملت کی بعض راؤں سے جو اسلامیہ کالج کی ضرورت کے متعلق ہیں۔ میں اختلاف رکھتا ہوں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اس کی خوبیوں کا اعتراف نکیا جاوے۔ ملت کی کامیابیوں کے لئے دعا ہے۔ ملت کی سالانہ قیمت صرف تین روپیہ ہے۔ اور میں زور سے سپارش کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو ایسے قیمتی پرچہ کی قدر کرنی چاہیئے۔

ایڈیٹر

حضرت خلیفۃ المسیح (مد ظلہ العالی) کے ذریعہ تازہ نشان

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بہر چشم نشانی است کبیر

اب سے دور حضرت خلیفۃ المسیح (مد ظلہ العالی) کے گھوڑے سے گر کر زخمی ہونے کی خبر ہر چند احمدی جماعت کیلئے روح فرسا خبر ہے مگر سنت اللہ یہی ہے کہ

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ است
زیر آن گنج کرم بنہادہ است

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء و رسل اور اُن کے خلفاء و نواب کی زندگی اور زندگی کے تمام واقعات وہ خوشی کے ہوں یا غم کے مخلوق الٰہی کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں اللہ تعالےٰ کے نشان اور خوارق ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُن کے وجود۔ آیۃ اللہ۔ اور حجۃ اللہ کہلاتے ہیں۔ میرا اپنا ایمان تو یہ ہے کہ اُن کا کھانا پینا۔ چلنا۔ پھرنا۔ بولنا۔ چپ رہنا۔ غرض ہر حرکت و سکون اور ہر ادا اپنے اندر ایک قیمتی سبق اور ایمان افزا نشان رکھتی ہے۔ اسی طرح ہاں ٹھیک اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح بھی چونکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور انبیاء و رسل کے موعود بروز حضرت خلیفۃ اللہ المہدی کے نائب ہیں اس لئے اُن کے وجود میں بھی ظلی طور طور پر انہیں آیات اور نشانات کا **آئینہ** ہے اور سچ تو یہ ہے کہ بہت سی پیشگوئیاں اور نشانات کا آپ کے ہاتھ پر پورا ہونا **مقدر** تھا منجملہ اُن کے یہ کیا کم نشان ہے کہ آپ قدرت ثانیہ کے مظہر اول ٹھیرے اور آپ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود مغفور کا یہ نشان بھی پورا ہوا کہ **"میں تیری تبلیغ کو آفاق میں پہونچاؤں گا"** اور بھی بہت سے نشان ہیں جن کا میں یہاں ذکر کرنے کا موقعہ نہیں پاتا۔ بلکہ اس جگہ مجھے اس **عظیم الشان نشان** کا ذکر کرنا ہے جو

آپ کی موجودہ علالت سے پورا ہوا

حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت کی خبر اس وقت تک تمام قوم میں شایع ہو چکی ہے اور میرا کام صرف اس تشویش افزا خبر کی اشاعت نہیں بلکہ میں تو

بلبلا مژدہ بہار بیار

پر عمل کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اس لئے میں ان امور کی اشاعت کرنی چاہتا ہوں جو ہمارے احباب کے لئے **مژدہ روح افزا**۔ اور مخالفین کے لئے **حجّت ملزمہ** ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گرے اور گر کر زخمی ہوئے۔ یہ معمولی بات ہے دنیا میں بیسیوں نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسان گھوڑوں سے گرتے اور گر کر زخمی ہوتے اور بچ رہتے یا مر جاتے ہیں۔ پھر حضرت کے اس طرح پر گرنے پر کیا عجیب بات ہوئی ہے؟ یہی ایک سوال ہے جس کا جواب نہایت خوش کن اور خدا تعالیٰ پر ایمان بڑھانے والا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ محض گرنا کوئی عجیب بات نہیں ہے بلکہ

یہ گرنا ایک نشان ہے

جس سے حضرت مسیح موعود مغفور کی صداقت قرآن کریم کی صداقت اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح پر کہ حضرت مسیح موعود مغفور کو اللہ تعالےٰ نے اپنی زندگی ہی میں یہ واقعہ دکھایا تھا کہ **حضرت مولوی صاحب گھوڑے پر سے گرے ہیں** ✦ بظاہر اس رویا کے پورے ہونے کے اسباب اور سامان یہاں موجود نہ تھے۔ اس لئے کہ مولوی صاحب کو نہ گھوڑے رکھنے کا شوق و خواہش اور نہ سیر و تماشا آپ کے مذاق کے موافق۔ قادیان سے باہر جانا اس دن کے بعد کہ حضرت مسیح موعود نے آپ کو یہاں بلانے کا حکم دیا امید موہوم ہو گیا۔ اور جس وقت حضرت مسیح موعود کو یہ واقعہ دکھایا گیا۔ اس وقت سلسلہ کی آبادی قادیان سے بیرونی حدود تک وسیع بھی نہ ہوئی تھی کہ احتمال ہو سکتا کہ شاید آپ باہر جائیں غرض جو لوگ حالات اور واقعات سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یہ پیش گوئی ایسی حالات میں کی گئی کہ کوئی قیافہ شناس اور دوربین آنکھ وہم بھی نہیں کر سکتی کہ یہ واقعہ پیش آوے۔ اس پیشگوئی پر مہینے اور سال گذر گئے یہاں تک کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء بھی مرفوع ہو چکے۔ اور یہ پیشگوئی اسی طرح ناتمام باقی رہی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اکثروں کی یاد سے بھی جاتی رہی۔ لیکن ہمارے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو آگاہ کر دیا تھا

اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک

ہم جانتے تھے کہ بہت سے نشانات اور پیشگوئیاں آپ کے بعد بھی پوری ہوں گی۔ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق یہ **عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی**۔ اور ۱۸۔ نومبر ۱۹۱۰ء کو ۴ بجے کے قریب اپنے اصل الفاظ اور **اصل مفہوم** کے موافق اس نشان کا ظہور ہوا ✦

اس میں شک نہیں کہ ہمارے موجودہ **امام** (اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ ہو) کو اس صدمہ کے نیچے سے ایسا گذرنا پڑا ہے جیسے کوئی موت کے گھاٹ سے اُتر جائے مگر یہ صدمہ اور یہ تکلیف بیرونی دنیا کے لئے ایک نظارہ اور حسّی معاملہ ہے۔ ہمیں انہیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے اور اُن کی تکلیف پر دل میں ٹیس پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ اُن کی یہ تکلیف خود ان کی ذات کے لئے جسمانیات سے پرے جا کر کسی تکلیف کا موجب نہیں اس لئے کہ جو وجود اپنے سیّد و مولا و مخدوم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر

ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین

کی خوشگوار صدائیں لگاتے ہیں وہ ہر وقت جنت ہی میں رہتے ہیں اور باآواز بلند کہتے ہیں

محبت تو دوائے ہزار بیماری است
بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتار است

دنیوی نقطہ نظر سے ان پاک وجودوں کے لئے اسائش

اور آرام کا خیال موہوم خیال ہے۔ وہ جو مخلوق الٰہی کی بہتری اور بھلائی کے لئے اپنے دل میں ایک سوز و گداز لیکر آتے ہیں انہیں آرام کہاں؟ ظاہری آنکھ سے ہم انہیں کیسے ہی اچھے لباس اور اچھے مکان اور اچھی خوراک کے سامانوں سے بہرہ یاب دیکھیں مگر وہ دنیا کی حالت زار پر ہر وقت باب العزت پر گریاں ہوتے ہیں۔ ان چیزوں میں انہیں کوئی راحت نہیں ملتی جبکہ وہ دنیا کو غفلت سے دور دیکھ دیکھ کر جلاتے ہیں۔ اور پھر چونکہ اُن کا تعلق مخلوق کے ایک کثیر حصہ سے ہوتا ہے اور ان میں سے کوئی کسی دُکھ میں مبتلا اور کوئی کسی تکلیف میں گرفتار رہیں دنیا کے دُکھ اور تکالیف ان پر اثر انداز ہوتے ہیں اس طرح پر یہ قوم اس نقطہ نظر سے آرام کی نیند نہیں سو سکتی۔ اور اس سے پرے جاکر روحانی نقطہ نظر پر کوئی دُکھ ان پر آہی نہیں سکتا۔ پس بظاہر حضرت مسیح موعود مغفور کے نائب پر یہ جسمانی تکلیف ہمارے لئے نہایت ناگوار اور تلخ واقعہ ہے مگر اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے انعامات کا موجب اور نیز ہمارے ایمان کا ذریعہ ہونے والی ہے موجب اطمینان ہے۔

ایسے موقعہ پر جماعت کا کیا فرض ہے

یہ ایک امر ہے جس پر غور کرنا چاہیئے۔ میں اپنے محدود علم اور ناقص معرفت کی بنا پر یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی یہ علالت کسی بیش قیمت نصرت و تائید الٰہی کا پیش خیمہ ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ

اس ربانی نصرت کا استقبال کریں

اور اس استقبال کی صورت یہ ہے کہ صدقات دیں اور دعاوں سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلقات کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اسلام کی زندگی اور ملت ابراہیم کا احیا ہمیشہ ہمیشہ

فدیہ اور قربانی کو چاہتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح حسی نظر سے جس تکلیف کے نیچے سے گذرے ہیں۔ میرے ایمان و اعتقاد کے موافق بڑی بھاری قربانی ہے۔ پس جیسے ابراہیم علیہ السلام نے آخر قربانی کی سنت پورا کیا۔ آخر ہم بھی اپنے امام کے لئے **قربانیاں** کریں۔ اور ان قربانیوں کیساتھ فَصَلِّ لِرَبِّكَ پر بھی عمل کی توفیق خدا سے چاہئیں کیونکہ دعاوں کی توفیق بھی دعاؤں ہی سے ملتی ہے اگرچہ میرے معزز ہمعصر نے لکھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی اس علالت کی خبر پاکر احباب یہاں آنے کی تکلیف گوارا نہ کریں مگر میری رائے اس کے خلاف ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ توفیق اور موقعہ دے وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دے۔ جہاں وہ حضرت کی عیادت کے لئے آکر سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریگا وہاں وہ ان فیضانوں سے حصہ لیگا جو خصوصیت سے **اس وقت انزرہے ہیں**۔ حضرت کو اس بیماری کی حالت میں دیکھنا دیکھنے والوں کے لئے خاص طور پر **ایمان کے بڑھانیکا موجب** ہوا ہے۔ اس لئے کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح کے نمونہ **رضا بالقضا**۔ استقلال۔ اور توکل علے اللہ خصوصیت سے دیکھا گیا ہے۔

بیماری ایک ایسی شے ہے جو انسان پر سے تکلف۔ ریا۔ بناوٹ۔ اور ہر قسم کی نمائش کے پردہ کو اُٹھا دیتی ہے۔ اور اس وقت وہ چونکہ سخت درد اور تکلیف اور ہر قسم کی بے آرامی اور اضطراب میں ہوتا ہے اس لئے اس کی فطرت سلیمہ اس کے منہ سے ان الفاظ کو نکالتی ہے جو اس کے اندر ہوتے ہیں۔ اور اس سے بلا تکلف ان حرکات اور افعال کا صدور ہوتا ہے جو اس کی طبیعت کا جزو اصلی ہوگئے ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض اکابر نے لکھا ہے کہ

بیماری انسان کے ایمان کا معیار ہے

ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے مرتاض، پرہیزگار اور عابد شب زندہ دار مشہور تھے مگر کسی بیماری نے آکر اُن کے چہرہ سے نقاب اُٹھا دیا۔ اور اُنہوں نے اس ساعت عسر میں ایسے ایسے شکوے نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کے کئے کہ گویا انہیں کوئی واسطہ ہی خدا سے نہ تھا۔ پس یہ ایک عجیب وقت ہوتا ہے جس میں ایک مخلص اور بے ریا مومن اور نمائشی انسان میں امتیاز ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے جو میں کہتا ہوں کہ ہمارے دوستوں میں سے اگر کسی کو موقعہ ملے تو اُسے ضرور حاضر ہونا چاہیئے۔ میں حضرت کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو اس قسم کی باتیں میرے لئے ہر روز موجب ازدیاد ایمان ہوتی ہیں۔

میں ان مشاہدات کو مختصراً بیان کرنا بھی اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے جیسے مذاق اور دل کے لوگ خدا چاہے تو ان سے فائدہ اُٹھائیں گے۔

اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء و رسل اور ان کے نواب اور خلفاء پر جو مصائب اور ابتلا آتے ہیں۔ ان سے جہاں اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود ہوتا ہے کہ خود ان پاک وجودوں کا **اعجازی** استقلال اور ثبات قدم۔ اور انقطاع الی اللہ اور توکل علی اللہ ثابت ہو۔ اور روز روشن کیطرح اُن کی ایمانی قوت کا ظہور ہو وہاں دوسری طرف اُن کے متبعین کو اس سے سبق دینا بھی مدنظر ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے متبعین کے اخلاص کی پڑتال اور امتحان بھی ہو جاتا ہے کہ وہ اس وجود کیساتھ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کس قسم کا ایمان اور اخلاص رکھتے ہیں یہ امور ہیں جو وابستہ ہیں مشاہدہ سے مثال اور تصور سے انکا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

بہرحال حضرت کا گھوڑے سے گرنا ایک نشان ہے۔ اور یہ نشان اس رنگ میں بھی اعجاز ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ایسے وقت بطور پیشگوئی فرمایا کہ اس کا وہم وگمان بھی نہ رکھتا تھا۔ اور اس رنگ میں بھی **اعجاز** ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے کامل اخلاص۔ اور کامل زندہ ایمان۔ اور تبتل الی اللہ کا مظہر ہوا۔ جیسا کہ آئندہ بیان کردہ واقعات

سے ناظرین معلوم کریں گے۔

۱۸۔ نومبر ۱۹۱۰ء کو بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے پر سوار ہو کر نواب صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ نواب صاحب ۱۱۔ نومبر کو قادیان آئے تھے۔ اس لئے حضرت ازراہ محبت و شفقت جو آپ کو اپنے خدام سے ہے ان سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ علاوہ بریں چونکہ حضرت مسیح موعود مغفور کی صاحبزادی نواب صاحب کے گھر میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ بنت مسیح موعود کا جائز احترام مدنظر رکھتے ہیں۔ اور اس سے اس محبت کا پتہ لگتا ہے جو آپ کو اہلبیت حضرت خلیفۃ اللہ المہدی سے ہے

واپسی پر گھوڑی نہایت بیخودی اور سرکشی سے آرہی تھی۔ ملک مولا بخش صاحب رئیس گورالی بیان کرتے ہیں کہ گھوڑی ایسی تیز اور بیخود تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح ایسی قوت اور اطمینان کے ساتھ اس پر بیٹھے تھے کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ میں نے بڑے سے بڑے سوار دیکھے ہیں۔ مگر حضرت کی شان اس وقت نرالی تھی۔ آخر گھوڑی ایک تنگ کوچہ سے داخل ہو کر گزری اور حضرت زمین پر آرہے اور پیشانی پر سخت چوٹ آئی۔

یہ پہلا موقعہ آپ کے ثبات و استقلال کے امتحان کا تھا حضرت نے گھوڑی سے گر کر کسی قسم کی گھبراہٹ و اضطراب کا اظہار نہیں کیا۔ آپ کو اٹھایا گیا۔ اور زخم پر پانی بہایا آپ پورے استقلال کے ساتھ اٹھے۔ اور پیدل چلے آئے۔ بالآخر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ڈاکٹر الہی بخش اور ڈاکٹر شیخ عبد اللہ صاحب نے زخموں کو درست کیا اور بدوں کلورافارم کے عمل کے زخم کو سی دیا گیا حضرت کی عمر باوجودیکہ ۸۰ سال کے قریب ہے اور علی العموم آپ پر اسہال کی بیماری حملہ کرتی رہتی ہے۔ لیکن دیکھنے والے دیکھتے تھے کہ زخم کے سئے جانے کے وقت آپ کے چہرہ پر یا بدن کے کسی حصہ میں کوئی شکن تک نہیں پڑا۔ استقلال۔ اور ضبط نفس کا ایسا نمونہ تھا کہ وہ کامل ایمان کے بدوں ناممکن ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق ایک واقعہ مشہور ہے کہ آپ کے ایک تیر لگا تھا جو حالت نماز میں نکالا گیا۔ اسی طرح پر دیکھا گیا ہے کہ حضرت پر ایک محویت کا عالم تھا۔ باوجود اس کے کہ آپ محو اس خدا کے فضل سے بچا اور ڈاکٹروں کو ضروری مشورہ بھی دے رہے تھے۔ مگر پھر بھی خدا تعالیٰ میں ایسے محو تھے کہ اس تکلیف کا اظہار کسی حرکت سے نہیں ہوا

میرے لئے یہ

پہلا موقعہ ازدیاد ایمان کا تھا

اور میری سمجھ میں آگیا کہ جن لوگوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے وہ کس طرح پر ثابت قدم اور خدا افنائی میں ہر ایک خوشی کو محسوس کرتے ہیں ایسے لوگوں کے زخم کی تکلیف اور درد کی ٹیس اور بیماری کی بیقراری اور بے آرامی ان کی قلبی **شجاعت اور ایمانی قوت میں نقصان** پیدا نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں اور بھی **دلیر اور قوی دل** ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ جسمانیات سے پرے جا کر روحانی قوتوں کے ظہور کا مظہر ہو جاتے ہیں۔ اور یہ موقعہ ہوتا ہے کہ ان کی **قلبی طاقتوں** کا نشوونما ہو۔

مرہم پٹی کے بعد جس امر کا خیال آپ کو آیا وہ نماز عصر کا دور کرنا تھا۔ میں اس امر کو یہاں اجمالی طور پر کہہ جاتا ہوں کہ اس عشرہ میں نمازوں کا التزام اس **شدید بیماری** میں آپ نے ایسا رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فی الواقعہ

نماز ہی آپکا معراج اور قرۃ العین ہے

اور اس کے ساتھ ہی طہارت کی پوری پابندی ہی ہے۔ بیماری میں انسان پر بعض اوقات ربودگی اور رنجودگی کے ساتھ کسل پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ حضرت نے جب پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اس سے فارغ ہو کر آپ پوری احتیاط کے ساتھ

طہارت کو مدنظر رکھتا ہے

یہ واقعات اس قسم کے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہایت درد اور ٹیس کی حالت میں آپ کے منہ سے جو کلمات نکلتے ہیں وہ

سبحان اللہ اور استغفر اللہ

ہیں جس سے مجھ پر یہ بخوبی کھل گیا کہ یہ لوگ کس طرح پر درد اور تکلیف کی حالت میں قدم آگے بڑھاتے ہیں اور اس درد اور کرب میں بھی ایک لذت اور سرور پاتے ہیں۔ گویا وہ اس واقعہ پیش آمدہ کے متعلق یہ ظاہر کر رہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے نقصان اور تکلیف سے پاک اور بے عیب ہے اور نادان عیسائیوں یا دوسرے لوگوں نے جنہوں نے انسان کو خدا بنایا کیسی غلطی اور دھوکا کھایا۔ اور ایسا ہی استغفار چونکہ موجب ترقیات اور ذریعہ تلافی مافات ہے اس لئے آپ کی زبان سے ایسے پاک کلمات نکلتے ہیں پس میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اپنے عمل سے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ اس علالت کو بھی خدا تعالیٰ کیطرف سے موجب رحمت الہی اور فیضان مزید کا باعث سمجھتے ہیں۔ ایک طرف درد اور شدت تکلیف کا زور ہوتا ہے دوسری طرف ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد تسبیح اور اس کے احسانات کا اظہار دل و زبان سے جاری ہے

چونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر دکھ درد اور تکلیف کا اٹھانا ان کے لئے آسان تر ہے۔ اس لئے وہ کراہنے اور گھبرانے کی بجائے حمد و تسبیح کرتے ہیں پس دوسرا امر جو **ازدیاد ایمان کا موجب** ہے وہ یہ ہے۔ کہ آپ حضرت کے پاس جائیں تو انہیں نہایت صبر اور سکون کی حالت میں دیکھیں گے۔ وہ ایسے طور پر لیٹے ہوئے نظر آتے ہیں کہ گویا نہایت شیریں نیند سو رہے ہیں۔ اسی روز جب اس واقعہ کی خبر احمدی جماعت میں پہنچی تو عورتوں اور

مردوں کا ڑدحام ہو گیا۔ آپ نے یہ پیغام عورتوں کو دیا ان سے کہدو کہ میں اچھا ہوں میں گھبرایا نہیں اور نہ میرا دل ڈرتا ہے۔ وہ سب اپنے گھروں کو چلی جائیں اپنا نام لکھوا دیں۔ میں اُن کے لئے دعا کروں گا۔ میں مبالغہ کے رنگ میں نہیں اور نہ محض اعتقادی نظر سے کہتا ہوں بلکہ اصل بات ہی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی اُمتی کہنے کا۔ اپنی تکلیف اور درد کو بھول کر اس گروہ انقیاء و خلفاء کو ہر حالت میں اپنی قوم ہی یاد رہتی ہے۔ ایسے وقت میں بھی یہی فرمایا

کہ میں تمہارے لئے دعا کروں گا

زندہ باش! اے ہمارے آقا اور تیری دعائیں ہمارے حق میں قبول ہوں۔ پھر دعاؤں کو آپ ذریعہ حل مشکلات کیسا سمجھتے ہیں اس کا نمونہ بھی اس بیماری میں خصوصیت سے نظر آیا۔ آپ نے اپنے خدام کو بار بار فرمایا

کہ میرے لئے دعا کرو!

اس میں دعا کرنے اور دعا کرانے کے راز کو کھولا جب انسانی قلب پر رقت اور گداز ش ہو تو وہ دعا اضطرار ی ہو جاتی ہے۔ اور اس میں قبولیت کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس آپ نے اس موقعہ سے جو آپ کی بظاہر تکلیف کا موقعہ ہے۔ اپنی قوم کو دعا کی تعلیم دینے کا فائدہ اُٹھایا۔ میں نے ایک موقعہ پر کسی ذریعہ سے عرض کیا کہ اگر پسند کریں تو حاذق الملک کو دہلی سے بلواؤں اور مجھے یقین تہا اور بحمد اللہ ہے کہ وہ حضرت کی علالت کی خبر پاکر فوراً آجائیں۔ اور ان کے مشورہ طبّی کی اگر ضرورت ہو تو وہ خوشی سے دیں مگر اس کا جواب جو آپ نے دیا وہ آب زر سے لکھنے میں بھی پوری قدر نہیں پاتا۔

فرمایا خدا پر توکل کرو میرا بھروسہ نہ ڈاکٹروں پر ہے نہ حکیموں پر۔ میں تو اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی پر تم بھروسہ کرو۔

ایسے موقعہ پر انسان حریص ہوتا ہے کہ جو بہترین مدد طبّی طور پر اسے مل سکے وہ حاصل کیجائے مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی نظر بہت دور اور بلند جاتی ہے اور وہ یہی سبق سب کو دیتے ہیں کہ

کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرو!

ایک رات آپ کو پٹی کیوجہ سے تکلیف رہی۔ اسی دن شام کو میر ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن امرتسر سے تشریف لائے۔ آپ نے مبالغاً کہا کہ یہ سروس میں اچھے ہیں صبح کو آپ نے فرمایا کہ رات تکلیف رہی۔ اور اس کی وجہ ہمیں معلوم ہے کچھ پٹی کے متعلق شرک کا شائبہ گذرا تھا کہ ڈاکٹر میر اسمٰعیل اچھے سرجن ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اس پٹی کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ مگر مجھے محض اتنے ہی خیال سے تکلیف رہی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بدوں سب ہیچ ہیں"

غرض اس قسم کے بہت سے امور ہیں۔ میں اب اس مضمون کو لمبا نہیں کرتا۔ حضرت کی طبیعت رو بصحت ہے۔ زخم کی حالت اچھی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں بڑی بڑی امیدیں ہیں"

اور بالآخر میں اسیر اپنے دوستوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ اسی نشان پر بار بار غور کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعاؤں سے کام لیں۔ کہ وہ ایسے نشانوں سے اعراض کرنے والے نہوں اور اس آیت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون

کونٹ ٹالسٹائی کی وفات

کونٹ ٹالسٹائی کے نام سے الحکم کے ناظرین واقف ہیں۔ اس روسی بزرگ نے ریویو آف ریلیجنز کے مضامین کو نہایت دلچسپی اور قدر کی نظر سے پڑھا تھا۔ اور وہ ہمیشہ ارادت کا اظہار کرتا رہا۔ اس ہفتہ کی خبروں میں سے اس بزرگ کی وفات ایک مہتم بالشان واقعہ ہے۔

کونٹ مذکور اصلاحات کا حامی تہا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کرتا۔ اور ان کے مصائب میں مدد دینے سے تامل نہ کرتا تھا۔ اس کے صفات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے جو روزانہ پیسہ اخبار سے لئے گئے ہیں۔

اصلاحات۔ ٹالسٹائی اصلاحات کا بڑا حامی تہا۔ مثلاً پارلیمنٹ کا قایم کیا جانا۔ کسانوں کو اراضی میں مالکانہ حقوق کا عطا کیا جانا۔ پریس کی آزادی مجرموں اور قیدیوں کے ساتھ سختی کا نہ کیا جانا۔ جلاوطنی کا انسداد۔ مذہبی آزادی۔ فوجی قانون کی عملدرآمد کا انسداد۔ تعلیمی رکاوٹوں کا دور کیا جانا۔

خلائق دوستی:۔ ٹالسٹائی خلق خدا کا دلی دوست تھا۔ ان کی مصائب میں ہر طرح پر مدد دیتا تھا اور عملی طور پر اس نے امداد دینے میں ضرورت کے وقت دریغ یا گریز نہیں کیا۔

حمایت اخلاق۔ اخلاق کو درستی کے لئے اور سوشل برائیوں کے دور کرنے کے لئے بھی اُس نے بہت کچھ کیا۔

ناولسٹ:۔ فسانہ نویسی میں ٹالسٹائی کو بڑا ہی ملکہ تھا۔ وہ اپنے خیالات۔ اپنے اصول۔ اور اپنے مسایل کو نہایت سادہ الفاظ اور دلکش پیرایہ میں ادا کرتا تھا۔ اور ان میں اخلاق و روحانیت کی چاشنی کا اضافہ کر کے ان کو دل فریب بنا دیا تھا۔ چونکہ اس کے ناولوں کے مضامین بنی نوع انسان کی ہمدردی اور مصائب کے رفع کرانے والے ہوتے تھے۔ اس لئے زیادہ مقبول ہوتے تھے۔

جرأت:۔ ٹالسٹائی کا ضمیر اس قدر صاف۔ قوّت ارادی۔ اس قدر زبردست اور صاف گوئی کی طاقت بڑہی ہوئی تھی۔ کہ جس امر کو وہ اپنے خیال میں اچھا یا دوسروں کے لئے مفید سمجھتا تھا۔ ان کو بلا خوف ظاہر کر دیتا تھا۔

فرائض:۔ ٹالسٹائی فرائض کی انجام دہی کو مقدم سمجھتا تھا۔ اسی لئے جب کبھی ضرورت پڑی۔ اُس نے اپنا فرض خوب ادا کیا۔

نومسلم اور عام مسلمان

آجکل بعض اخبارات اور رسالجات میں نہایت سنجیدگی سے نومسلموں کی حالت پر بحث کا سلسلہ شروع ہوا ہے سب سے اول معزز اور پختہ مغز ہمعصر دلگداز نے اس سوال کو اُٹھایا پھر معزز و کل ہمعصر نور نے اسپر ۲۹ کالم کا ایک مبسوط آرٹیکل یکم نومبر کی اشاعت میں لکھا۔ مسلمانوں میں نومسلموں کے حقوق اور اُنکی حفاظت و تربیت کے متعلق بیداری کا پیدا ہونا نہایت ہی مبارک فال ہے۔ اور اُمید کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے فضل سے ہمارے دوستوں کو توفیق دے تو نومسلموں کے لئے کوئی بہترین راہ پیدا ہو جاوے۔

میں نومسلموں کی اعانت ان کی دینی تعلیم اور تربیت اُن کی تالیف قلوب کی بہت بڑی ضرورت سمجھتا ہوں اور اس مضمون کے بعد میں انشاء اللہ العزیز ایک سکیم اس مقصد کے لئے پیش کرونگا مگر اس ضروری سوال کے دونوں حصوں پر مختصر سی بحث ضروری سمجھتا ہوں

عام طور پر ہمارے ان دوستوں نے نومسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کی جو تصویر پیش کی ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نہایت دردناک اور رقت خیز ہے مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ اس مرقع کو ضرورت سے زیادہ رنگین بنا دیا ہے۔

ایک شخص جو اپنے آبائی مذہب اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر اسلام میں آتا ہے فی الواقعہ اس بات کا جائز حقدار ہے کہ مسلمان اس کے ساتھ پوری ہمدردی کریں اور کسی طرح اُسے موقعہ نہ دیں کہ وہ اپنی گذشتہ آسائشوں کو یاد کرکے کسی وقت اپنے تبدیل مذہب پر افسوس ظاہر کرے۔ لیکن اگر ساتھ ہی تبدیلی مذہب کوئی تجارت نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دُنیا کی تمام آسائشوں اور خوشنما اُمیدوں کو چھوڑ کر اختیار کی گئی ہو تو ایسے شخص کو اپنے نئے احباب کی بے مروتی اور فانی دُنیا کی عارضی تکالیف دُکھ نہیں دے سکتی ہیں۔ بلکہ وہ اُن تکالیف اور مشکلات میں اپنے قدم کو اور بھی مضبوطی سے اُٹھتا ہوا پاتا ہے جہاں وہ اُن حقیقی رشتہ داروں کو ترک کرنے اور تیاگ دینے کا حوصلہ اور ہمت رکھتا ہے وہاں اپنے نئے مسلمان دوستوں کی بے اعتنائی اس کے حوصلہ کو پست نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر کوئی شخص محض عارضی اور فانی مفاد کو مدِ نظر رکھ کر اور ایک یا دوسری خواہش کا اسیر اور شکار ہو کر کسی مذہب کو تبدیل کرتا ہے تو اس جدید مذہب کے حامل ایسے شخص کو زیادہ دیر تک اپنے پاس نہیں رکھ سکتے کیونکہ اس کی خواہش اور آرزوؤں کا دائرہ وسیع ہوتا جاویگا۔ اور جس مقام پر وہ اپنے جدید دوستوں کیطرف سے بے اعتنائی پائیگا وہاں ہی اس کے لئے ٹھوکر کا پتھر موجود ہوگا۔

پس جہاں ہم نومسلموں کی اعانت اور ہمدردی و شفقت کے لئے پُرزور تحریروں اور تقریروں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ نومسلموں کی اصلاحِ حالت کی بھی بہت بڑی ضرورت ہے ان میں اخلاص اور صدق و وفا پیدا ہونا چاہیئے وہ محض خدا کی رضا کے لئے اسلام کے حلقہ میں آویں نہ کہ مسلمانوں کو آزمانے اور امتحان کرنے کے واسطے اگر وہ ایسا دل اور روح لیکر آئینگے تو یقیناً اللہ تعالیٰ انھیں ضائع نہیں کریگا۔ اور انھیں ماں باپ سے زیادہ محبت کرنیوالے اور بھائیوں اور رشتہ داروں سے زیادہ ہمدرد۔ مربی اور دست عطا کریگا۔ ہمارے معزز بھائی ایڈیٹر نور خود اس کا نمونہ اور ثبوت ہیں۔

پس جہاں وہ ہمیں نومسلموں کے متعلق ہمارے فرائض سے ہمیں آگاہ کرتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ انھیں بتائیں کہ ہر نومسلم بھی کسی سپرٹ کو لیکر آتے ہیں جو دردناک کہانیاں آنمحترم نے نومسلموں کی حالت زار کے متعلق شائع کی ہیں ان میں سے اول الذکر نوجوان نومسلم اخلاص اور صدق و وفا کا نمونہ ہے اور دوسرا خود غرضی اور نمائش کا دلدادہ

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے اور یہ امر ہے بھی ایک صداقت کہ اسلام میں داخل ہوتے ہی امتیاز ذات اُٹھ جاتا ہے پھر اگر ایک نومسلم کی شادی کے موقعہ پر کوئی بیوہ معقلن پیش کیجاوے تو اُسے حقارت سے دیکھا جاوے۔ یہ امر کہاں تک اسلام کی اس اُخوت کے معیار پر پُورا اُترتا ہے جسپر ہمارے معزز دوست ہم کو آزمانا چاہتے ہیں۔

کیا پھر وہ معقلن بہ حیثیت ایک نومسلمہ کے یہ کہنے کا حق نہیں رکھتی کہ مجھے کیوں حقیر سمجھا جاتا ہے اور کیوں میرے لئے ایک لائق اور معزز شخص شوہر بنانے کے واسطے تجویز نہیں کیا جاتا ہے یہ سوال اس حیثیت سے وہاں کا وہاں ہی رہتا ہے۔

اسلام میں داخل ہونے والے کے لئے جو پہلا مرحلہ پیش آتا ہے وہ وہی مساوات کا مرحلہ ہے جسکا ذکر ہمارے معزز بھائی نے کیا ہے۔ میں نومسلموں کے حق میں ہوں اور اُن کی تائید کو نہایت ضروری سمجھتا ہوں لیکن میں اُس غلط فہمی کو ضرور رفع کرنا چاہتا ہوں جو صرف ایک ہی پہلو کے اختیار کرنے سے پیدا ہو رہی ہے اور وہ یہی ہے کہ نومسلم اپنی کوئی جداگانہ پوزیشن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ انھیں اپنے اندر جذب کریں نومسلموں کو لازم ہے کہ وہ جذب ہونے کی قابلیت پیدا کریں اور اگر فریقین اپنے اپنے فرض کو شناخت کریں تو یہ غلط فہمی رفع ہو جاوے۔

اس کے بعد یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مسلمان نومسلموں کے ساتھ کوئی بہترین سلوک نہیں کرتے یہ بالکل سچ اور درست ہے اور ایڈیٹر صاحب نور نے یہ حقیقی چربہ اُتارا ہے کہ ایک نومسلم کیساتھ ہمارے علماء کیا سلوک کرتے ہیں۔ ایک طرف تو اسے ر د لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کے ہاتھ میں کاسہ گدائی دیکر اس کی تمام اخلاقی قوتوں کو کچل دیتے ہیں۔ باوجودیکہ اسلام نے گداگری کو منع کیا ہے اور اسلام انسان کو مستعد اور باہمت بنانا چاہتا ہے

مگر ہمارے علماء اللہ تعالیٰ انپر رحم کرے لا الٰہ الا اللہ کیساتھ ہی اس نومسلم کو ساری بھیائیوں کی گٹھری اُٹھوا دیتے ہیں اور دُوسرے الفاظ میں کہدیتے ہیں کہ

مانگو اور کھاؤ اور چیرو چگو اپنا پیٹ آپ پالو

اور اس بیہودہ رسم کی بنیاد اُسی وقت ڈالدیتے ہیں جبکہ کچھ چندہ کرکے مانگنے کا چسکا اس غریب کو لگا دیتے ہیں بجائیکہ وہ نومسلم اسی حالت میں اس قابل تھا کہ اسے اصول اسلام سے واقف کیا جاتا اور قرآنمجید کی تعلیم اسے دیجاتی اور جب تک وہ اسلامی تعلیم سے واقف نہووے اسوقت تک اسے اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے ایک منٹ بھی فکر کرنے کا موقعہ نہ دیا جاوے۔ بلکہ بطور خود جسطرح بھی ممکن ہو اس کی ضروریات کا انتظام مسلمانوں کو کرنا چاہیئے۔ اور اس کا یہ طریق بھی نہیں کہ ایک

ٹھوٹھا اس کے ہاتھ میں دیدیا

اور وہ گھر بہ گھر پھر کر روٹیاں لے آئے یہ فروگذاشت اور غفلت ہے جو مسلمانوں کیطرف سے نومسلموں کے ساتھ ہو رہی ہے اور اس غفلت نے مسلمانوں کو ایسے سنگین الزام کے نیچے رکھ دیا ہے کہ اب نومسلم جو کچھ بھی کہیں وہ درست اور بجا ہے مجھے نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں بہت سی انجمنیں ہیں جنکی غرض اشاعت اور حمایت اور ہدایت اسلام ہے۔ لیکن نومسلموں سے متعلق ایک بھی انجمن اس قسم کا کام نہیں کر رہی ہے۔ جس نوجوان وظیفہ خور نومسلم کا واقعہ ایڈیٹر صاحب نور نے دیا ہے وہ ہمارا آنکھوں دیکھا اسی قادیان کا واقعہ ہے۔ تا بہ دیگراں چہ رسد۔ حضرت مسیح موعود مغفور نے اپنی وصیت میں مقبرہ بہشتی کی آمدنی میں نومسلموں کا خاص حق رکھا ہے اور یہ تھا بھی ضروری کیونکہ اشاعت اسلام کا لازمی نتیجہ ہے کہ نومسلم آویں۔ پھر اگر نومسلموں کی تعلیم اور تربیت کا اعلیٰ انتظام نہو تو اشاعت اسلام کی تحریک ناقص ہوجاتی ہے اس لئے حضرت مسیح موعود مغفور نے مقبرہ بہشتی کی آمدنی میں نومسلموں کے لئے خاص حق رکھدیا اور یہی وجہ تھی کہ قرآن کریم نے زکوٰۃ کے مصارف میں مولفۃ القلوب کی امداد کو بھی رکھدیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا طرز عمل اس کی تائید کر رہا ہے اور عملی سبق دے رہا ہے وہ نومسلموں کے ساتھ اس درجہ تک سلوک کرتے ہیں کہ میں اس کی نظیر نہیں پاتا مجھے علم ہے کہ ہزاروں روپیہ آپ نے نومسلموں کی تعلیم و تربیت پر خرچ کیا ہے اور بعض ان میں سے نہایت ہی اعلےٰ درجہ کے تعلیمیافتہ اور معزز عہدہ دار ہیں مگر باوجود اس نمونہ اور اُس تاکید کے پھر بھی ہمیں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہماری انجمن نومسلموں کیساتھ خصوصیت سے سلوک کرے۔ اور انکی بہتری اور بھلائی کے لئے خاص انتظام کرے لیکن اگر انجمن اپنی مختلف مصروفیتوں کیوجہ سے اسطرف کافی توجہ نہ کرسکے تو میں اپنے معزز بھائی ایڈیٹر نور کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد اور مشورہ کے ماتحت نومسلموں کی اعانت اور تربیت کے لئے ایک انجمن قائم کرلیں۔ اور عملی رنگ میں خدا سے توفیق چاہیں کہ نومسلموں کی تربیت اور تعلیم کا کوئی عمدہ انتظام ہوسکے مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح نے جبکہ آپ حضرت مسیح موعود مغفور میں ہوکر ہمارے بھائی تھے بعض نومسلموں کو توجہ دلائی تھی کہ وہ ایسی انجمنیں بنالیں اور اس میں مدد دینے کا وعدہ فرمایا تھا مگر ہمارے قادیانی نومسلموں نے اس تحریک پر توجہ نہ کی اگر اب بھی یہ تحریک کیجاوے تو خدا کے فضل سے اس میں برکت پیدا ہوجانے کی اُمید ہے۔ پس نومسلموں کی حمایت کے لئے ایک انجمن کا بنالینا اس دُکھ کی ایک دوا ہوسکتا ہے اگر خدا تعالیٰ مدد کرے اور اس کی رضا کے لئے اس کام کو کیا جاوے میں اُمید کرتا ہوں کہ ایڈیٹر صاحب نور اس تحریک پر توجہ فرمائینگے اور وہ اس معاملہ میں عملی قدم اُٹھانے کے لئے طیار ہونگے خدا ان کیساتھ ہو آمین۔

مردم شماری اور احمدی

مردم شماری کا کام شروع ہوچکا ہے اور نہایت تنگ وقت میں صدر انجمن مندرجہ ذیل اعلان کرنے کے قابل ہوئی ہے کہ احمدی برادران آئندہ کاغذات مردم شماری میں اپنا احمدی ہونا درج کروائیں۔ میں بغیر کسی قسم کی مزید تاکید کے صدر انجمن کے اعلان کو درج کرنا کافی سمجھتا ہوں اُمید ہے احمدی انجمنیں اپنے ممبروں کو اس ضرورت سے بخوبی آگاہ کردینگی اور کوشش کیجاویگی کہ اس اعلان کی تعمیل میں کوئی نقص واقع نہو اس موقع پر ہر ایک قوم اپنی علیحدہ شخصیت اور پوزیشن کو قائم کرنے کی فکر میں ہے۔ اگرچہ یہ اعلان بہت عرصہ پہلے شائع ہونا چاہیئے تھا مگر ایسا نہیں ہوسکا۔ میری دانست میں اگر صدر انجمن مناسب سمجھے تو مردم شماری کے کمشنر صاحب سے خط و کتابت کرکے ایسا انتظام کرسکتی ہے کہ ہر جگہ کے حلقہ داران یا اعلیٰ افسران مردم شماری کو ہدایت کیجاوے کہ وہ شمار کنندوں یا علاقہ داروں ہیں وہاں کی احمدی جماعت کے سکرٹری صاحب کو فرد داخل کریں۔ اس سے احمدی جماعت کے متعلق غالباً کسی قسم کا نقص اندراجات میں واقع نہیں ہوگا۔ ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس مرتبہ بھی احمدی جماعت کے افراد کی صحیح صحیح تعداد کا اندازہ ہوسکے کیونکہ عام طور پر شمار کنندے خانۂ مذہب میں شیعہ یا سُنی لکھدینے کے عادی ہوتے ہیں اور بدون کسی قسم کے مزید استفسار کے ان خانوں کی خانہ پری وہ آپ ہی کرلیتے ہیں بہرحال احمدی انجمنوں کو اس موقع پر اپنے فرض سے غافل نہیں رہنا چاہیئے اور حتی الوسع کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کا صحیح اندراج مردم شماری کے کاغذات میں ہوسکے۔ صدر انجمن کا اعلان حسب ذیل ہے:-

اعلان

(۱) اسوقت مردم شماری کا کام گورنمنٹ کیطرف سے

جاری ہے اس موقع پر احمدی احباب کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنی قومیت لکھاتے وقت اپنے آپ کو احمدی فرقہ میں لکھادیں

(۲) بعض جگہ سے احباب صدر مقام قادیان سے واعظ یا لیکچرار سالانہ جلسوں میں بلا بھیجتے ہیں مگر ساتھ ان کے اخراجات سفر نہیں بھیجے جاتے جو صدر انجمن کو برداشت کرنے پڑتے ہیں اس قسم کا خرچ مل ملاکر صدر انجمن پر ایک معقول بوجھ پڑجاتا ہے اس لئے انجمنوں کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ جو احباب جسقدر واعظ یا لیکچرار صدر مقام قادیان سے بلادیں ان کا خرچ آمد ورفت کا ادا کرنا چاہیئے اور وہ کوشش کریں کہ یہ رقم مقامی چندہ یا یکمشت چندہ سے ادا ہو

سکرٹری

مختصر نوٹ

نیوگ کا نوٹس کئی سال گذرے ہیں کہ ایک لالہ کالورام صاحب نے نیوگ کا اعلان کیا تھا اسپر انھیں ایام میں الحکم میں ایک نوٹ لکھا گیا تھا۔ اب امرتسر کے ایک اخبار میں ایک عورت نے نیوگ کے لئے نوٹس شائع کیا ہے جسکو میں ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔ میری رائے میں اس عورت کی جرات آریہ نقطۂ خیال سے ضرور قابل قدر ہے کیونکہ جس حال وہ نیوگ کو جائز سمجھتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ وہ علی الاعلان نکرے۔ ہمارے آریہ دوست ایک طرف تو نیوگ کو اپنا مذہبی مسئلہ یقین کرتے ہیں اور دوسری طرف جب ان لوگوں سے (جنکو نیوگ کرانا چاہیئے) کہا جاتا ہے تو وہ اسے گالیاں سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں گالیوں کی کوئی بات نہیں بہرحال میں اس نوٹس کو ذیل میں درج کرتا ہوں

اگر آریہ استریوں نے اسیطرح جرات اور دلیری سے کام لیا تو کچھ شک نہیں آریہ سماج کا ایک دور جدید شروع ہو جائیگا۔

نوٹس۔ میرا خاوند مسمی داموداس ولد حکما ذات اروڑا عرصہ تخمیناً پانچسال سے دیوالہ نکال کرامرتسر سے بھاگ گیا ہوا ہے اور آجتک باوجود تلاش بسیار کے اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں چونکہ مظہرہ اسوقت نوجوان بعمر ۲۲ سالہ ہے موجودہ صورت میں کوئی صورت گذارہ اور آئندہ زندگی بسر کرنے کی نظر نہیں آتی مظہرہ کی والدہ بھی بیوہ ہے وہ بھی اس قدر اثاثہ نہیں رکھتی کہ میری آئندہ زندگی اور گذارہ کے لئے سہارا ہو سکے بغیر آسرہ اور سہارہ کے موجودہ زمانہ کی رفتار کو دیکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا مشکل اور ناممکن ہے اس لئے بذریعہ نوٹس ہذا اشتہر کرتی ہوں کہ اگر خاوند نامبردہ ایک ہفتے کے اندر اپنی حیاتی کی خبر نہ بھیجیگا اور مجھے اپنے گھر آباد نہیں کریگا تو بعد ایک ہفتہ کے مجھے اختیار کامل ہوگا کہ میں حسب دستور آریہ سماج کے بروے دھرم شاستر نیوگ کرونگی۔ پھر نامبردہ کا کوئی حق میرے اوپر زوجیت کا نہیں رہیگا۔ علاوہ ازیں دیوالہ نکالنے سے چند یوم پہلے نامبردہ نے میرے زیورات (استری دھن) قریباً ایک ہزار روپیہ کی مالیت کے اور پارچات مالیتی تین سو روپیہ کے چھین لئے تھے۔ اور تہی دست کرکے مجھے میری والدہ کے گھر چھوڑ گیا۔ تحریر ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۱۰ء

المشتہرہ
مسماۃ ستی دختر ہریا مل مرحوم قوم اروڑہ ساکن امرتسر
(ڈیوڑھی کرموں)

قرآنمجید کا ایک اور انگریزی ترجمہ قرآنمجید کے انگریزی ترجمہ کیطرف مسلمانوں کو اب خصوصیت سے توجہ ہو رہی ہے خواہ یہ کام تجارتی رنگ میں کوئی کرے یا محض اخلاص سے اشاعت اسلام کے لئے بہرحال اس میں کلام نہیں کہ اس کام کیطرف توجہ ہو رہی ہے **ندوۃ العلماء** نے گذشتہ سال قرآنمجید کے انگریزی ترجمہ کا اعلان کیا اور اب اس کے رسالہ میں سورہ بقر کے ترجمہ انگریزی کی اشاعت کا اعلان ہوا ہے جو بطور نمونہ اور بغرض اظہار رائے شائع کیا گیا ہے اس کام کے لئے جسقدر روپیہ کی ضرورت ہوگی وہ کرنیل محمد اسمعیل خانصاحب سابق سفیر کابل نے دینے کا وعدہ کرلیا ہے اور اسطرح **ندوۃ** کو اس کام کے لئے مالی مشکلات نہیں ہیں۔ ہماری صدر انجمن نے بھی قرآنمجید کے ترجمہ کا کام ندوہ سے بھی بہت پہلے سے شروع کر رکھا ہے چونکہ یہ کام نہایت محنت اور وقت چاہتا ہے اس لئے پورے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ جاری ہے اب مرزا حیرت صاحب نے پانچہزار روپیہ اس کام کے لئے مسلمانوں سے مانگا ہے اور وہ خود اپنی خدمات مفت دینگے۔ ایسا ہی الہ آباد سے ایک اعلان شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر نومبر تک یہ ترجمہ شائع ہو جائیگا۔ قرآنمجید کے ترجمہ انگریزی کی ضرورت مسلم ضرورت ہے لیکن مسلمانوں میں بد قسمتی سے کام کی بجائے **نام** کا جوش زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور اخلاص کی بجائے نمائش اور تکلف نے بہت بڑا حصہ لے لیا ہے اس لئے وہ ایک دینی کام بھی مل کر نہیں کرسکتے کیا اچھا ہوتا کہ یہ کام چند قابل اور ذیعلم احباب کی مشترکہ جماعت کرتی جن میں انگریزی کے سکالر اور عربی زبان کے ماہر ہوتے وہ یورپ کی ان تصانیف کو بنظر غور پڑھتے جو اسلام پر لکھی گئی ہیں اور اسپر جسقدر اعتراضات قرآن کریم پر کئے گئے ہیں انھیں ایک جا کیا جاتا اور ترجمہ میں اُن اعتراضات کو مدنظر رکھکر حاشیہ میں صاف کیا جاتا مگر مسلمان **حبل اللہ** کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور ملکر کام کرنا انہیں نہیں آتا۔ جو قابل رحم امر ہے۔ ان مختلف تراجم قرآنمجید سے ایک نقص یہ بھی پیدا ہوگا کہ **اعتراضات** کا نمبر بڑھجاویگا۔

بہرحال قدر مشترک کے طور پر جو بات اس تحریک سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی **ترقی** کا زمانہ آگیا ہے اور خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ مغربی قومیں نیازمندی کیساتھ اسلام کیطرف رجوع کریں۔

مسلمانوں کے متعلق غلط فہمی اور غلط بیانی

آئندہ مردم شماری کے سلسلہ میں ہندو قوم کے متعلق ایک تحقیقات ہو رہی ہے کہ کن لوگوں کو ہندو درج کیا جاوے یہ سوال ہندو اخبارات اور ہندو لیڈروں کے لئے ایک دلچسپ سوال بنگیاہے اور اسپر مختلف اخبارات میں مضامین نکل رہے ہیں۔ ہندو لیڈروں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی قومیت کے قیام وبقا کے لئے یا اس کی تعداد کی ترقی کے لئے ہر قسم کی جائز تدابیر اختیار کریں۔ مگر انھیں یہ حق نہیں ہے کہ اس ضمن میں مسلمانوں اور اُن کے مذہب پر خواہ نخواہ حملے کریں بخشی ٹیک چند صاحب ایم۔ اے نے ایک مبسوط مضمون انگریزی اخبارات میں شائع کرایا ہے جس کے ضمن میں اُنھوں نے مسلمان فرتوں کے متعلق غلط فہمی پیدا کرنے کی بیہودہ کوشش کی ہے بخشی صاحب نے اس میں بتایا ہے کہ مسلمانوں کے فرقے بُنیادی اصولوں میں اختلاف رکھتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمانوں کے فرقوں میں اصولی اختلاف ہرگز نہیں اور وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی توحید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ملائکہ اور کتب سماوی اور انبیا علیہم السلام۔ جزا و سزا سب پر ایمان رکھتے ہیں جو بنیادی اصول ہیں سب کے نزدیک ایک ہی ہیں۔ بلکہ اسلام میں دوسرے مذاہب کے مقابل میں یہی خوبی ہے۔ بہرحال بخشی صاحب اور ہندو لیڈروں کو اپنی پوزیشن صاف کرنی چاہیئے انھیں اسلام اور مسلمانوں پر حملے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی سلسلہ میں اُنھوں نے بعض ناواقف مسلمانوں کا حوالہ دیکر بھی اپنا مطلب صاف کرنا چاہا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت اصول و فروع اسلام سے واقف نہیں اسلئے وہ مسلمان نہیں۔ اگر یہ منطق درست ہے تو پھر ہندو مذہب کا تو خاتمہ ہے یہانتک کہ خود آریہ سماج میں بھی نہایت ہی قلیل تعداد ایسے لوگوں کی ملیگی جو اصول و فروع مذہب ہنود سے واقف ہو۔ عملی زندگی یا علمی زندگی اسوقت معیار قرار نہیں دیگئی ورنہ بخشی صاحب کو تو اور بھی مشکل درپیش آئیگی اسلام میں تو

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے

ایک شخص داخل ہوجاتا ہے اور اسپر مسلمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ مگر ہندو کی تعریف ہی نہیں ہو سکتی بہرحال ہندو لیڈر اس راہ کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لیڈروں کے لئے یہ تحریک **اتحاد کی ضرورت** کا سبق دینے والی ثابت ہوتی کیا بعید ہے ہندو لیڈروں کی اس قسم کی تحریروں پر ایڈیٹر الحکم نے خدا کے فضل سے ایک سلسلہ مضامین لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو کسی روزانہ اخبار میں انشاء اللہ العزیز شائع کردیا جاویگا۔

سکھ ہندو نہیں

سکھوں میں اپنی علیحدہ قومیت قائم کرنے کی زوردار لہر بہ رہی ہے اور وہ اپنی جداگانہ شخصیت اور ہستی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ ہندو قوم کے لیڈر کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوؤں کے اپنے ساتھ ملائے رکھنے کی ہر تجویز اور تدبیر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ مگر خالصہ قوم کے رتن اور فہیم لوگ یقین کر چکے ہیں کہ وہ علیحدہ قوم ہیں ہندو لیڈروں کی اتنی ہی کوشش نہیں کہ وہ سکھوں کو ہندو ظاہر کریں۔ بلکہ وہ تو اب چوہڑوں چماروں اور تمام اُن نیچ اقوام کو جن کے ساتھ چھو جانے سے ان کا دین ومذہب بگڑ جاتا تھا اب ہندو بنانے پر رضامند ہیں اور یہ آرزوئیں ہندو سوسائٹی سے اُٹھ رہی ہیں کہ اچھوتوں کو آریہ سماج میں برابر بیٹھنے کی اجازت دو اور آریہ سماج کے کنوؤں پر انھیں پانی بھرنے دو اپنے سکولوں میں انھیں داخل کرو بورڈنگ میں ان کی رہائش کا انتظام کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی تحریکوں سے ہندو قوم میں ایک جوش پیدا ہو رہا ہے اور یہ تحریکیں ایک زبردست پولٹیکل انقلاب کا پیش خیمہ ہیں بہرحال گورنمنٹ نے اعلان کردیا کہ سکھ ہندو نہیں

وائے بر مسلمانی ما

۱۲۔ نومبر کے روزانہ پیسہ اخبار میں پرنس یاور حسین خانصاحب پالن پور سے ایک مستقل مجلس شطرنج قائم کرنے کی تجویز کرتے ہیں اس سے بڑھکر افسوسناک حالت مسلمانوں اور پھر مسلمانوں سے رؤسا کی کیا ہوگی کہ وہ حالات زمانہ اور ضروریات قوم سے محض ناآشنا اور ناواقف ہیں۔ اور ان کے دماغ سے اگر کوئی تجویز نکلتی ہے تو لہو و لعب کے سوا اور کوئی اثر نہیں رکھتی بالمقابل برادران وطن اپنی علمی اور مالی طاقتوں کو قوم کی بھلائی اور بہتری کے لئے صرف کر رہے ہیں اور شب و روز وہ اسی فکر میں منہمک ہیں کہ کسی طرح افراد قوم کو فائدہ پہنچے اور اُن کی اصلاح حال ہو۔

پرنس یاور حسین خانصاحب کی یہ تجویز نہایت افسوسناک ہے اور اس قابل ہے کہ مسلمان بالاتفاق اس کے متعلق نفریں کریں۔

احمدی جماعت کو پیام حق

(آئندہ سالانہ جلسہ)

امسال سالانہ جلسہ کے لئے دسمبر کا آخری ہفتہ ہی تجویز ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو انھیں ایام میں احمدی جماعت اپنے مرکز میں اپنے امیر کے حضور جمع ہوگی۔ سالانہ جلسہ کے متعلق مجھے اسوقت کچھ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے گذشتہ سالوں کے سالانہ اجتماع پر میں ہمیشہ متعدد مبسوط مضامین لکھنے کا عادی تھا اور جو کچھ ضرورت وقت سمجھتا تھا قوم کے سامنے پیش کرتا تھا۔ اس مرتبہ جس امر کو میں ضروری سمجھتا ہوں اسے درج کرتا ہوں تمام احمدی انجمنوں کا مجموعی طور پر اور تمام انجمنوں کے عہدہ داروں اور ممبروں کا انفرادی طور پر

فرض ہے

کہ وہ اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور پھر پڑھیں اور اس کے بعد اپنے اس سفر کے لئے ایک مقصد لیکر قادیان کی تیاری کریں میں اس تبلیغ کے لئے اپنے فرض کو ادا کرتا ہوں مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ سال پھر مجھے موقع ملیگا یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود مغفور نے اس قسم کے اجتماعوں کی اصل غرض پہلے ہی جلسہ کی تقریب پر شائع کر دی تھی جو آسمانی فیصلہ کے ساتھ چھپکر شائع ہو چکی ہے۔ اور سنین ماضیہ میں ایڈیٹر الحکم اپنے اس سالانہ آرٹیکل میں اسکو پورے طور پر درج کرتا رہا ہے اس مرتبہ اس آرٹیکل کی تحریر کا محرک حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کا ایک خطبہ ہے جو آپ نے ۱۸ اپریل ۱۹۱۰ء کو پڑھا وہ خطبہ اس وقت شائع ہو گیا اور کیا تعجب کہ بعض کو یاد ہو مگر اس خطبہ پر غور کرنے کا دراصل یہی وقت ہے اس لئے میں اسے یہاں درج کرتا ہوں اور پھر **تمام انجمنوں کے عہدہ داروں** کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ اس خطبہ کو غور سے پڑھیں اور **تلافی مافات** کے لئے طیار ہو کر آئیں صدر انجمن اپنے فرض کو شناخت کریگی اور پروگرام ایسے طور پر طیار کیا جائیگا کہ جس میں لوگوں بہت بڑا حصہ حضرت کی صحبت میں رہنے کے لئے مل سکے رپورٹ وغیرہ کے لئے بھی رات کو وقت نکالا جاوے۔ غرض جس طریق پر حضرت مسیح موعود مغفور کے زمانہ میں اس سالانہ جلسہ کی صورت تھی وہی رنگ اس میں پیدا ہو جانا چاہئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی یہی چاہتے ہیں جیسا کہ اس خطبہ سے معلوم ہوتا ہے جو کہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ میں اپنی طرف سے کوئی رائے یا ریمارک کرنے کا حق نہیں رکھتا کیونکہ **لاھجرۃ بعد الفتح** حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد پہنچانا مجھے تو مقصود ہے اور جو قوت اور تاثیر ان الفاظ میں ہے وہ کسی دوسرے کے الفاظ میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہاں میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اسی چشمہ سے سیراب ہو کر بول رہے ہیں جس سے ہمارے اور حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے آقا اور محبوب موعود نے پیا تھا۔ اس لئے میں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبہ کے بعد آپ کے کلام کی تائید حضرت مسیح موعود مغفور کے الفاظ میں کر دوں تاکہ اس کی قوت اور تاثیر میں اور بھی ترقی ہو جائے اور مومنین کے ایمان بڑھیں پھر میں کہتا ہوں کہ اس کو پڑھو پھر پڑھو پھر پڑھو اور ٹھیک اسی کے منشاء کے ماتحت اپنے اس سفر کے لئے قدم اُٹھاؤ۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور وہ توفیق دے کہ تم اس مقصد کو سمجھ سکو۔ ہاں وہ مجھپر بھی رحم کرے کہ میں اس کے خلیفہ کے قریب رہکر بھی دور نہ ہو جاؤں آمین

حضرت خلیفۃ المسیح کا خطبہ سالانہ جلسہ کے اغراض پر

حضرت امیر المومنین نے ۱۸ اپریل کو باوجود ضعف و نقاہت و علالت کے تشریف آور ہو کر مسجد اقصیٰ میں مفصلہ ذیل خطبہ فرمایا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ امابعد اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون

جب میں بچہ تھا میں نے اپنے شہر میں اس آیت کریمہ کا وعظ سنا تھا۔ تین چار مہینے اس کا وعظ ہوتا رہا۔

ان اللّٰہ مع الذین اتقوا۔ متقیوں کے ساتھ اللّٰہ ہوتا ہے۔ کسی کے ساتھ کسیکا باپ ہے کسی کیساتھ باپ اور ماں۔ کسی کے ساتھ باپ اور ماں دونوں ہیں کسی کے ساتھ اس کے بھائی ہیں کسی کے ساتھ اس کے دوست۔ کسی کو اپنے جتھے پر ناز ہے۔ غرض معیت کے سوا انسان خوشحال نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے بیوی ہو تب انسان خوش ہوتا ہے۔ حاکم ہو فوج ہو۔ مال و اسباب ہو جب جاکر خوشی حاصل ہوتی ہے معیت کا انسان متوالا ہے۔ میری طبیعت میں محبت کا مادہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ محبت بھی معیت کو چاہتی ہے۔ بطّال لوگوں میں محبت کا مادہ ہو تو وہ بھی معیت کے متوالے ہوتے ہیں صوفیوں میں ان بطّال لوگوں کے متعلق بحث بھی ہے مگر اس سے انکار نہیں کہ معیت کی تڑپ سب میں ہے انسان جب سرد ملکوں میں جاوے تو گرم کپڑوں کی معیت ریل کا سفر کرے تو پیسوں کی معیت چاہئے۔

غرض انسان معیت بغیر کچھ بھی نہیں۔ مگر خدا کی معیت سے بڑھ کر بھی کوئی معیت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ ہر وقت موجود ہے۔ سوتے جاگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری معیت چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ میں تمام عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی محسنون فرمایا۔ اور احسان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کرنا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

میں اسوقت بڑی مشکل سے یہاں آیا ہوں میرے سر میں ایسا درد ہے جیسا سر پر کوئی کلہاڑی چلاتا ہو میں نے اس مرض میں اپنی اور تمہاری حالت کا مطالعہ کیا ہے۔ بعض اوقات مجھ کو اپنی آنکھوں کا بھی ڈر ہوا ہے بعض اوقات العین حق کا بھی خیال آیا ہے۔ غرض عجیب عجیب خیالات گذرے ہیں ان میں سے ایک بات تمہیں سناتا ہوں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں صرف عربی اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہکر بیٹھ جاؤں مگر قدرت ہے جو مجھکو بلاتی ہے اسواسطے یونہی سمجھ لو کہ یہ میرا آخری کلمہ ہے یوں بھی سمجھ لو کہ یہ آخری دن ہو تم لوگ بھی یہاں اکٹھے ہوئے تھے۔ گوروکل انجمن حمایت الاسلام۔ علی گڑھ والے بھی اکٹھے ہوئے ہیں وہاں بھی رپورٹیں پڑھی گئی ہیں۔ یہاں بھی۔ ہمارے رپورٹر نے بھی رپورٹ پڑھ دی کہ اتنا روپیہ آیا۔ اتنا خرچ ہوا۔ پر میں سوچتا ہوں کہ یہ لوگ یہاں کیوں آئے یہ روپیہ تو بذریعہ منی آرڈر بھی بھیج سکتے تھے۔ اور رپورٹ چھپکر ان کے پاس پہنچ سکتی تھی۔ میرے اندازہ میں جو آدمی یہاں آئے تین ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ پھر جو لوگ عمائد تھے وہ اگر مجھے علیحدہ ملتے تو میں ان کے

کئے دعائیں کرتا انہیں کچھ نصیحتیں دیتا۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اسوقت آئے کہ لوجی! سلام وعلیکم۔ یکہ تیار ہے تم یاد رکھو میں لیسے میلوں سے سخت متنفر ہوں میں نے ایسے مجمعوں کو جن میں روحانی تذکرہ نہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں یہ روپیہ تو وہ بذریعہ منی آرڈر کے بھیج سکتے بلکہ اس طرح بہت سا خرچ مہمانداری پہ ہوا وہ بھی محفوظ رہتا۔ یہاں کے روکا نداروں نے بھی افسوس دنیا کیطرف توجہ کی اور کہا کہ جلسہ باہر ہنو شہر میں ہو۔ ہماری چیزیں بک جاویں میں نیسے اجتماع اور ایسے روپیہ کو جو دُنیا کیلئے ہو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں جو سُن رہا ہے وہ یاد رکھے اور دوسروں تک یہ بات پُہنچا دے میں اسی غم میں پگھل کر بیمار بھی ہو گیا کیا اچھا ہوتا کہ تم میں سے جو تمھاری باہر کی جماعتوں کے سکرٹری وعمائد آئے تھے وہ مُجھ سے علیحدہ ملتے۔ میں اُنکو بڑی نکی باسکھاتا اور بڑی اچھی باتیں بتاتا لیکن افسوس ہماری صدر انجمن نے بھی انکو یہ بات نہ بتائی۔ اسلئے مجھکو ان سے بھی رنج ہے کیا آیا کتنے روپیہ جمع ہُوے ہم کو اس سے کچھ بھی غرض نہیں۔

ہم کو تو صرف خدا چاہیئے۔

مجھ کو نہیں معلوم کہ کیا جمع ہوا۔ کیا آیا مجھکو اس کی مطلق پروا نہیں پھر میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو مقدم کرو ہماری کوششیں اللہ کے لئے ہوں۔ اگر یہ نہ ہو تو ہائی اسکول کیا حقیقت رکھتا ہے اور اس کی عمارتیں کیا حقیقت رکھتی ہیں ہیں تو ہمارا موئی چاہئے۔ اپنے احباب کو خط لکھو اور ان کو تنبیہ کرو۔ میں تو لاہور اور امرتسر کے لوگوں کا بھی منتظر رہا کہ وہ مجھ سے کیا سیکھتے ہیں لیکن ان میں سے بھی کوئی نہ آیا۔ میں چاہتا تھا کہ لوگ میری زندگی ہی میں متقی اور پرہیزگار بنیں اور دنیا اور اس کی رسموں کی طرف کم توجہ کریں۔

حضرت مسیح موعود کی تائید

اس جگہ میں بعض اُن لوگوں کا وسوسہ بھی دور کرنا چاہتا ہوں جو ذی مقدرت لوگ ہیں اور اپنے تئیں بڑا فیاض اور دین کی راہ میں فدا شدہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن اپنے مالوں کو محل پر خرچ کرنے سے بکلی منحرف ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم کسی صادق مؤید من اللہ کا زمانہ پاتے جو دین کی تائید کے لئے خدا تعالیٰ کیطرف سے آیا ہوتا تو ہم اس کی نصرت کی راہ میں ایسے جُھکتے کہ قربان ہی ہو جاتے مگر کیا کریں ہر طرف فریب اور مکر کا بازار گرم ہے مگر اے لوگو تم پر واضح رہے کہ دین کی تائید کیلئے ایک شخص بھیجا گیا لیکن تُم نے اُسے شناخت نہیں کیا۔ وہ تمھارے درمیان ہے اور یہی ہے جو بول رہا ہے پر تمھاری آنکھوں پر بھاری پردے ہیں۔ اگر تمھارے دل سچائی سے طلبگار ہوں تو جو شخص خدا تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا آزمانا بہت سہل ہے اُس کی خدمت میں آؤ اُس کی صحبت میں دو تین ہفتے رہو اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اُن برکات کی بارشیں جو اُسپر ہو رہی ہیں وہ حقانی وحی کے انوار جو اُسپر اُتر رہے ہیں اُن میں سے تم بچشم خود دیکھ لو۔ جو ڈھونڈھتا ہے وہی پاتا ہے جو کھٹکھٹاتا ہے اُسی کے لئے کھولا جاتا ہے اگر تم آنکھیں بند کر کے اندھیری کوٹھڑی میں چھپ کر یہ کہو کہ آفتاب کہاں ہے تو یہ تمھاری عبث شکایت ہے اے نادان اپنی کوٹھڑی کے کواڑ کھول اور اپنی آنکھوں پر سے پردہ اُٹھا تا تجھے آفتاب نہ صرف نظر آوے بلکہ اپنی روشنی سے تجھے منور بھی کرے بعض کہتے ہیں کہ انجمنیں قائم کرنا اور مدارس کھولنا ہی تائید دین کے لئے کافی ہے مگر وہ نہیں سمجھتے کہ دین کس چیز کا نام ہے اور اس ہماری ہستی کی انتہائی غرض کیا ہے اور کیونکر اور کن راہوں سے وہ اغراض حاصل ہو سکتے ہیں سو انھیں جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اس زندگی کی خدا تعالیٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل کرنا ہے جو تعلقات نفسانیہ سے چھوڑا کر نجات کے سرچشمہ تک پُہنچاتا ہے سو اس یقین کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور تدبیروں سے ہرگز کھل نہیں سکتیں اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اس جگہ کو فائدہ نہیں پُہنچاتا۔ بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے اور جو آسمان سے اُترا وہی آسمان کیطرف لیجاتا ہے سوائے وے لوگو جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوے اور شکوک وشبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر ناز کرو اور اپنی سچی رفاہیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انھیں تدبیروں میں نہ سمجھو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ سے کیجاتی ہیں یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات پہلا زینہ متصور ہو سکتے ہیں۔ مگر اصل مدعا سے بہت دور ہیں شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعت میں پُر فنی اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کی مشق حاصل ہو جائے یا علمیت اور فاضلیت کا خطاب حاصل کر دیا جائے اور شاید مدت دراز کی تحصیل علمی کے بعد اصل مقصود کے کچھ مد بھی ہو سکیں۔ مگر تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ ایسا نہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ مبادا سفر آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو در حقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح عافیت کی اُمیدوں کا تمام مدار وانحصار اُن رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا اور اُس آسمانی نور کے اُترنے کی ضرورت ہے جو شکوک وشبہات کی آلائشوں کو دور کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت

اور سچّے عشق اور سچّی اطاعت کیطرف کھینچتا ہے۔ اگر تم اپنے کانشنس سے سوال کرو تو یہی جواب پاؤگے کہ وہ سچّی تسلّی اور سچّا اطمینان کہ جو ایکدم میں روحانی تبدیلی کا موجب ہوتا ہے وہ ابھی تک تم کو حاصل نہیں۔ پس کمال افسوس کی جگہ ہے کہ جسقدر تم رسمی باتوں اور رسمی علوم کی اشاعت کے لیے جوش رکھتے ہو اُس کا عشر عشیر بھی آسمانی سلسلہ کیطرف تمہارا خیال نہیں۔ تمہاری زندگی اکثر ایسے کاموں کیلئے وقف ہو رہی ہے کہ اول تو وہ کام کسی قسم کا دین سے علاقہ ہی نہیں رکھتے اور اگر ہے بھی تو وہ علاقہ ایک ادنیٰ درجہ کا اور اصل مدعا سے بہت پیچھے رہا ہوا ہے۔ اگر تم میں وہ حواس ہوں اور وہ عقل جو ضروری مطلب پر جا ٹھہرتی ہے تو تم ہرگز آرام نکرو۔ جب تک وہ اصل مطلب تمھیں حاصل نہو جائے اے لوگو تم اپنے سچے خداوند خدا اپنے حقیقی خالق اپنے حقیقی معبود کی شناخت اور محبت اور اطاعت کے لیئے پیدا کیئے گئے ہو پس جب تک یہ امر جو تمھاری خلقت کی علت غائی ہے بیّن طور پر تم میں ظاہر نہو تب تک تم اپنی حقیقی نجات سے بہت دور ہو۔ اگر تم انصاف سے بات کرو تو تم اپنی اندرونی حالت پر آپ ہی گواہ ہو سکتے ہو کہ بجائے خدا پرستی کے ہردم دُنیا پرستی کا ایک قوی ہیکل بُت تمھارے دل کے سامنے ہے جسکو تم ایک ایک سکنڈ میں ہزار ہزار سجدہ کر رہے ہو اور تمھارے تمام اوقات عزیزہ دُنیا کی جق جق اور بک بک ایسے مستغرق ہو رہے ہیں کہ تمھیں دوسریطرف نظر اُٹھانے کی فرصت نہیں۔ کبھی تمھیں یاد بھی ہے کہ انجام اس ہستی کا کیا ہے کہاں ہے۔ تم میں انصاف کہاں ہے۔ تم میں امانت کہاں ہے۔ تم میں وہ راستبازی اور خداترسی اور دیانتداری اور فروتنی جس کی طرف تمھیں قران بلاتا ہے تمھیں کبھی بھولے بسرے برسوں میں بھی تو یاد نہیں آتا کہ ہمارا کوئی خدا بھی ہے۔ کبھی تمھارے دل میں نہیں گذرتا کہ اُس کے کیا کیا حقوق تم پر ہیں سچ تو یہ ہے کہ تم نے کوئی غرض کوئی واسطہ کوئی تعلق اُس قیوم حقیقی سے رکھا ہوا ہی نہیں ہے اور اُس کا نام تک لینا تم پر مشکل ہے۔ اب چالاکی سے تم لڑوگے کہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کا قانون قدرت تمھیں شرمندہ کرتا ہے۔ جبکہ وہ تمھیں جتلاتا ہے کہ ایمانداروں کی نشانیاں تم میں نہیں۔ اگرچہ تم اپنی دنیاوی فکروں اور سوچوں میں بڑے زور سے اپنی دانشمندی اور متانت رائے کے مدعی ہو مگر تمھاری لیاقت تمھاری نکتہ رسی تمھاری دور اندیشی صرف دنیا کے کناروں تک ختم ہو جاتی ہے اور تم اپنی اس عقل کے ذریعے سے اُس دوسرے عالم کا ایک ذرا سا گوشہ بھی نہیں دیکھ سکتے جسکی سکونت ابدی کے لئے تمھاری روحیں پیدا کیگئی ہیں۔ تم دُنیا کی زندگی پر ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے کوئی شخص ایک چیز ہمیشہ رہنے والی پر مطمئن ہوتا ہے مگر وہ دوسرا عالم جسکی خوشیاں سچّے اطمینان کے لائق اور دائمی ہیں وہ ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی تمھیں یاد نہیں آتا کیا بدقسمتی ہے کہ ایک بڑے امر اہم سے تم قطعاً غافل اور آنکھیں بند کئے بیٹھے ہو اور جو گزشتنی گذاشتنی امور ہیں اُنکی ہوس میں دن رات سرپٹ دوڑ رہے ہو تمھیں خوب خبر ہے کہ بلاشبہ وہ وقت تم پر آنیوالا ہے کہ جو ایکدم میں تمھاری زندگی اور تمھاری ساری آرزوؤں کا خاتمہ کر دیگا۔ مگر یہ عجیب شقاوت ہے کہ باوجود اس علم کے پھر اپنے تمام اوقات دُنیا طلبی ہی میں برباد کر رہے ہو اور دُنیا طلبی بھی صرف وسائل جائزہ تک محدود نہیں بلکہ تمام ناجائز دسیلے جھوٹھ اور دغا سے لیکر ناحق کے خون تک تم نے حلال کر رکھے ہیں اور ان تمام شرمناک جرائم کیساتھ جو تم میں پھیلے ہوے ہیں کہتے ہو کہ آسمانی نور اور آسمانی سلسلہ کی ہمیں ضرورت نہیں بلکہ اُس سے سخت عداوت رکھتے ہو اور تم نے خدا تعالیٰ کے آسمانی سلسلہ کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے یہانتک کہ اُس کے ذکر کرنے میں بھی تمھاری زبانیں کراہت سے بھرے ہوے الفاظ کے ساتھ اور بڑی رعونت اور ناک چڑھانے کی حالت میں ہجو کا حق ادا کرتی ہیں۔ اور تم بار بار کہتے ہو کہ ہمیں کیونکر یقین آوے کہ یہ سلسلہ منجانب اللہ ہے۔ میں ابھی اس کا جواب دیچکا ہوں کہ اُس درخت کو اُس کے پھلوں سے اور اس نیّر کو اُس کی روشنی سے شناخت کروگے میں نے ایکدفعہ یہ پیغام تمھیں پہنچا دیا ہے اب تمھارے اختیار میں ہے کہ اسکو قبول کرو یا نکرو اور میری باتوں کو یاد رکھو یا لوح حافظہ سے بھلادو۔

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارو
یاد آئینگے تمھیں میرے سخن میرے بعد

اعتذار اور اطلاع

الحکم کی اشاعت میں پچھلے دو ہفتوں میں سخت بے ترتیبی رہی ہے اور ناظرین و سرپرستان الحکم کی نسبت میں نے اس کو نہایت درد دل سے محسوس کیا ہے۔ اس لئے کہ الحکم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ تر عزیز ہے۔ اس بے ترتیبی کے وجوہات کچھ بھی ہوں اور وہ ناظرین و سرپرستان الحکم کے لئے کیسے ہی قابل پذیرائی ہوں۔ مگر میں اس کا احساس کرتا ہوں کہ اخبار کی اشاعت میں ذراسی بے ترتیبی بھی اخباری مذاق کو نقصان رساں اور اصل مقصد کو کھو دینے والی ہوتی ہے لہذا میں اس بے ترتیبی کے دور کرنے کے لئے یہہ مناسب سمجھتا ہوں کہ نومبر کی ان اشاعتوں کی پرواہ نہ کروں جو رہ گئی ہیں اور آئندہ وقت پر اشاعت کے لئے یہ پرچہ اپنے وقت پر شایع کردوں خدا کے فضل سے امید کی جاتی ہے کہ آئندہ اخبار انشاء اللہ العزیز ٹھیک تاریخوں پر شایع ہوگا۔ ناظرین کو اپنی ذمگی رقوم فوراً بھیجدینی چاہئیں۔ اسلئے کہ اجراشدہ وی پی وہ وصول کرلیں۔

ایڈیٹر